انسان اور شیطان

کی دشمنی

قرآن وسنت کی روشنی میں

(لیکچر:1)

شیطان؟۔۔۔ایک تعارف

شیطان کسے کہتے ہیں؟:

’’شیطان‘‘ بنیادی طور پر عربی زبان کا لفظ ہے۔اہل عرب ہر اس چیز کو شیطان بولتے ہیں جو سرکش اور باغی ہو۔خواہ وہ انسان ہو، جن ہو، یا کوئی جانور۔قرآن مجید اور حدیث میں بھی لفظ’’شیطان‘‘ سرکش و باغی انسانوں اور جنوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ يُوۡحِىۡ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا (الانعام: 112)

’’اور ہم نے تو اسی طرح ہمیشہ شیطان انسانوں اور شیطان جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے جو ایک دوسرے پر خوش آئند باتیں دھوکے اور فریب کے طور پر القا کرتے رہے ہیں‘‘۔

عہدِ نبوی میں منافق اور سرکش لوگوں کے لیے یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قَالُوۡٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوۡا اِلٰى شَيٰطِيۡنِهِمۡ ۙ قَالُوۡٓا اِنَّا مَعَكُمۡ ۙ اِنَّمَا نَحۡنُ مُسۡتَهۡزِءُوۡنَ (البقرہ:14)

’’جب یہ اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں،اور جب علیحدگی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں،تو کہتے ہیں کہ اصل میں تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اِن لوگوں سے محض مذاق کر رہے ہیں‘‘۔

مجموعی طور پر انسانوں کے مقابلے میں جنات چونکہ زیادہ سرکش مخلوق ہے اس لیے لفظِ شیطان کا زیادہ استعمال جنات کے لیے کیا گیا ہے۔

شیطانِ اکبر: اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑا سرکش ، نافرمان اور خدا کا باغی ’’شیطانِ اکبر‘‘یعنی ابلیس ہے،اس لیے یہ لفظ سب سے زیادہ ابلیس ہی کے لیے استعمال ہوا ہے، جسے قیامت تک زندگی ملی ہوئی ہے۔

شیطانِ اصغر: شیطانِ اکبر کے علاوہ ہر انسان کے ساتھ بھی ایک شیطان مقرر ہے جس کا تعلق شیطانِ اکبر کے ساتھ ہے اور یہ شیطانِ اکبر ہی کا کارندہ ہے۔یہ ہمیں نظر تو نہیں آتا مگر ہمارے دل میں برے خیالات پیدا کرتا رہتا ہے۔یہ بالعموم ہر وقت انسان کے تعاقب میں رہتا ہے اور جب موقع ملتا ہے تو انسان کے دل میں برا وسوسہ پیدا کر دیتا ہے۔اگر انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے،اللہ سے پناہ مانگے تو یہ اپنے برے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پاتا،لیکن اگر انسان اللہ کی یاد سے غافل ہو جائے تو پھر یہ اس پر تسلط جمانے اور اسے گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

اسی حوالے سے ارشادِ ربانی ہے:

وَمَنۡ يَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيۡنٌ ‘‘ (الزخرف:36)

’’جو شخص رحمان کے ذکر سے تغافل برتتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں اور وہ اُس کا رفیق بن جاتا ہے‘‘۔

انسانی شیاطین: انسانی شیاطین سے مراد وہ لوگ ہیں جو سرکشی و بغاوت اور راہِ حق سے دوری کی وجہ سے ان کے تمام اعمال شیطان اکبر کی رضا مندی کے مطابق اور منشائے خدا وندی کے خلاف وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

جناتی شیاطین: اگر ظلم و سرکشی کا یہی مظاہرہ شیطان صفت ِ انسانوں کی بجائے جنات کریں تو وہ جناتی شیاطین ہیں ۔ ایسے ہی شیطان صفت انسانوں اور جنوں کے لیے سورہ الانعام کی آیت 112 میں ذکر کیا گیا ہے۔

نفسِ انسانی: خود انسان کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بنایا ہے کہ اس میں اچھے خیالات بھی پیدا ہوتے ہیں اور برے بھی، نیک جذبات بھی اٹھتے ہیں اور بدخیالات بھی۔ یہ انسان کو خیر کے لئے بھی آمادہ کرتا ہے اور شر کے لئے بھی۔

انسان کے اچھے خیالات کوتو اللہ تعالیٰ کی یاد اور فرشتوں کی حفاظت وغیرہ سے مزید تقویت ملتی ہے جب کہ برے خیالات سے شیطان فائدہ اٹھاتا ہے۔ انہی برے خیالات کا عملی اظہار فتنہ وفساد، حسد و کینہ، بغض وعناد، کفر وشرک، بغاوت وسرکشی، قتل وغارت گری وغیرہ کی شکل میں ہوتا ہے، جس سے شیطان خوش اور اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ اس لئے ہر وہ کام جو اللہ کی نافرمانی کا ذریعہ بنے وہ ''شیطانی'' کام ہے۔

مؤمن جن اور شیطان جن:

جنات میں بھی انسانوں کی طرح بعض نیک، صالح اور مومن جن ہوتے ہیں اور بعض سرکش، باغی، نافرمان اور کافر ہوتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا O وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (الجن:14، 15)

''اور یہ کہ ''ہم میں سے کچھ مسلم (اللہ کے اطاعت گزار) ہیں اور کچھ حق سے منحرف۔ (بے راہ بھی) تو جنہوں نے اسلام (اطاعت کا راستہ) اختیار کر لیا اُنہوں نے نجات کی راہ ڈھونڈ لی، اور جو حق سے منحرف ہیں وہ جہنم کا ایندھن بننے والے ہیں۔'' لہٰذا تمام جنات کو شیاطین نہیں کہا جا سکتا بلکہ جنات میں جو انتہائی سرکش، شریر اور اللہ تعالیٰ کا باغی ہو، اسے ہی شیطان کہا جائے گا۔

شیطان اکبر کہاں رہتا ہے؟

شیطان اکبر (ابلیس) سے مراد وہ جن ہے جو سب سے بڑا سرکش اور خدا کا نافرمان ہے، جس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا، جس نے بنی آدم کو گمراہ کرنے اور قیامت تک زندہ رہنے کی تمنا کی تھی اور وہ بارگاہِ الٰہی سے پوری کی گئی۔ اس لیے بنیادی طور پر ہر انسان کا اصل دشمن یہی شیطان اکبر (یعنی ابلیس) ہے۔ مگر یہ ہر انسان کے ساتھ نہیں رہتا بلکہ اس کا ''اڈہ'' پانیوں پر ہے جہاں سے یہ اپنے چیلوں اور لشکروں کو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے روانہ کرتا ہے۔ اور کبھی کبھار اگر کوئی بڑا مشن ہو تو خود بھی میدان میں آ جاتا ہے، تاہم زیادہ تر اس کا کام ''نگرانی'' ہے جیسا کہ

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اِبْلِیْسَ یَضَعُ عَرْشَہٗ عَلَی الْمَاءِ ثُمَّ یَبْعَثُ سَرَایَاہُ فَاَدْنَاھُمْ مِنْہُ مَنْزِلَۃً اَعْظَمُھُمْ فِتْنَۃً یَجِیٴُ اَحَدُھُمْ فَیَقُوْلُ: فَعَلْتُ کَذَا وَ کَذَا فَیَقُوْلُ مَاصَنَعْتَ شَیْئًا قَالَ: ثُمَّ یَجِیٴُ اَحَدُھُمْ فَیَقُوْلُ : مَاتَرَکْتُہٗ حَتّٰی فَرَّقْتُ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ اِمْرَاَتِہٖ قَالَ: فَیُدْنِیْہِ مِنْہُ وَیَقُوْلُ : نِعْمَ :اَنْتَ۔ (صحیح مسلم)

"شیطان اپنا عرش پانی پر بچھاتا ہے پھر وہاں سے اپنے لشکر (لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے بھیجتا ہے) اس کے نزدیک اس کے لشکر میں سب سے معزز وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے لشکر میں سے ایک شیطان آ کر کہتا ہے کہ میں فلاں فلاں (فتنہ برائی کا) کام کر کے آیا ہوں۔ شیطان کہتا ہے: نہیں! تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر دوسرا آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں اور فلاں کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان پھوٹ نہ ڈال دی۔ (آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ) شیطان اس شخص کو اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے شاباش! تم نے واقعی ایک بڑا کام کیا ہے"۔

ایک اور روایت میں اس طرح ہے:

اِنَّ عَرْشَ اِبْلِیْسَ عَلَی الْبَحْرِ فَیَبْعَثُ سَرَایَاہُ یُفْتِنُوْنَ النَّاسَ فَاَعْظَمُھُمْ عِنْدَہٗ اَعْظَمُھُمْ فِتْنَۃً۔ (مسلم)

"ابلیس کا عرش پانی پر ہے جہاں سے وہ اپنے لشکر روانہ کرتا ہے تا کہ لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کرے۔ ابلیس کے نزدیک سب سے زیادہ مقام و مرتبہ اسے حاصل ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ پیدا کرتا ہے"۔

شیطان کا مقصدِ پیدائش۔۔۔ بندوں کا امتحان

شیطان کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کیا تا کہ اس کے ذریعے اپنے بندوں کا امتحان لے سکے کہ کون شیطانی راہ اختیار کرتا ہے اور کون اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر قائم رہتا ہے۔ اللہ نے نہ تو انسان کو زبردستی ہدایت کی راہ پر گامزن کیا ہے اور نہ ہی شیطان کو یہ اختیار دیا کہ وہ جبراً انسان کو گمراہی کی طرف کھینچ کر لے جائے۔

شیطان کی قوت وطاقت کی حقیقت

شیطان کی پرستش کا نظریہ اس بات پر قائم ہوا کہ شیطان جو چاہے نقصان برپا کر سکتا ہے حالانکہ یہ نظریہ ہی غلط تھا اس لئے کہ اس کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ اللہ ہی کے حکم واذن سے ہوتا ہے۔ اس کی اجازت ورضامندی کے بغیر نہ ہوا میں تندی آسکتی ہے اور نہ پانی میں طغیانی۔ باقی رہا شیطان کی قوت وطاقت کا سوال تو اسے اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اسے پورا کرنے کے لئے اسے مطلوبہ حد تک پورے ہتھیار بھی عطا کر دیے ہیں تا کہ وہ یہ نہ کہہ سکے کہ میرے پاس تو اسلحہ نہیں، میں کیسے انسانوں کا مقابلہ کروں گا۔

شیطان کا یہ اسلحہ درجہ ذیل چیزوں پر مشتمل ہے

1۔ "شیطان" انسانوں کو نظر نہیں آتا۔ 2۔ انسانوں کے دلوں میں برے خیال القا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

3۔ انسان کے جسم میں داخل ہو سکتا ہے۔ 4۔ برائی کو انسان کے لئے مزین کر سکتا ہے۔

5۔ ہر جگہ آنے جانے کی بے پناہ قوت اور سرعت رفتار بھی اسے حاصل ہے۔

خیر و شر کے بارے میں قرآن وسنت کی تعلیمات کا حاصل

قرآن وحدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اول تو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت میں خیر و شر کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا کر رکھی ہے اور دوسری بات یہ کہ گردش ایام کے ساتھ انسان حالات و واقعات سے متاثر یا مرعوب ہو کر جب شر کو خیر سمجھنے لگتا ہے تو اس کی رہنمائی اور خیر کو واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی کتابیں اور نبی و رسول دنیا میں بھیجتے ہیں۔ پھر ان نبیوں اور رسولوں کی بات ہی خیر ہوتی ہے۔

خیر و شر کا انسانی فطرت میں ودیعت یا الہام کئے جانے کی دلیل کے لئے درج ذیل آیات پر غور کیا جا سکتا ہے:

وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰهَا o فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَ تَقۡوٰهَا o قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰهَا o وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰهَا

(الشمس: 7تا10)

''اور نفسِ انسانی کی اور اس ذات کی قسم! جس نے اسے ہموار کیا، پھر اس کی بدی (فُجور) اور اس کی پرہیزگاری (تقویٰ) اس پر الہام کر دی، یقیناً فلاح پا گیا (کامیاب ہُوا) وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا (پاک کیا)، اور نامراد ہوا وہ جس نے اُسے دبا دیا۔ (آلودہ کیا)''۔

اَلَمۡ نَجۡعَلۡ لَّهٗ عَيۡنَيۡنِ O وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيۡنِ O وَهَدَيۡنٰهُ النَّجۡدَيۡنِ (البلد:8تا10)

''کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں، اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟، اور کیا دونوں نمایاں راستے (یعنی خیر و شر کے) اسے (نہیں) دکھا دیے؟''۔

اِنَّا هَدَيۡنٰهُ السَّبِيۡلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوۡرًا (الدّھر: 3)

''ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، (راہ سجھا دی) خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا''۔

فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا (الرّوم:30)

''قائم ہو جاؤ اُس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کی فطرت سے مراد یہ ہے کہ ہر انسان بلاتفریق، خیر اور توحید کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر معاشرتی ماحول اور غلط تربیت وغیرہ اس کی فطرت پر اثر انداز ہوتے ہیں اس کی وضاحت مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

كُلُّ مَوۡلُوۡدًا يُوۡلَدُ عَلَى الۡفِطۡرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوۡ يُنَصِّرَانِهٖ اَوۡ يُمَجِّسَانِهٖ (بخاری)

''ہر نومولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی، مجوسی بنا لیتے ہیں''۔

اس کی وضاحت مندرجہ ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے:

وَاِذۡ اَخَذَ رَبُّكَ مِنۡ م بَنِىۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَاَشۡهَدَهُمۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ

قَالُوۡا بَلٰى شَهِدۡنَا اَنۡ تَقُوۡلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنۡ هٰذَا غٰفِلِيۡنَ (الاعراف: 172)

''اور اے نبی ﷺ ، لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے ربّ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا ''کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں؟'' انہوں نے کہا ''ضرور آپ ہی ہمارے ربّ ہیں ، ہم اس پر گواہی دیتے

ہیں۔'' یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ''ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔''

گویا توحید باری تعالیٰ کا اقرار انسان کی فطرت ہی میں شامل کر دیا گیا اور یہی توحید سب سے بڑی خیر ہے جب کہ اس کے مقابلہ میں سب سے بڑا شر ''شرک '' ہے جو غلط تربیت سے پیدا ہوتا ہے اور شیطان بھی یہ چاہتا ہے کہ انسان کی اس فطرتی خیر کو شر سے بدل دیا جائے۔ وہ اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا؟ اس کا جواب ہمیں صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سے ملتا ہے:

وَاِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ کُلَّھُمْ وَاِنَّھُمْ اَتَتْھُمُ الشَّیَاطِیْنُ فَاجْتَالَتْھُمْ عَنْ دِیْنِھِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَیْھِمْ مَااَحْلَلْتُ لَھُمْ وَاَمَرَتْھُمْ اَنْ یُشْرِکُوْا بِیْ مَالَمْ اُنْزِلْ بِہٖ سُلْطَانًا (مسلم)

''بے شک میں نے اپنے بندوں کو شرک سے پاک (یعنی دینِ فطرت پر) پیدا کیا ہے پھر ان کے پاس شیطان آئے جنہوں نے انہیں ان کے دین برگشتہ کر دیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں، وہ شیطانوں نے ان کے لیے حرام کر دیں، اور شیطانوں نے انہیں اس بات پر آمادہ کر لیا کہ یہ میرے ساتھ شرک کریں، جب کہ اس شرک کے حق میں، میں نے کوئی دلیل نہیں نازل کی''۔

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ خیر وشر کو اصولی طور پر انسان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ انسان کی اگر یہ فطرت کسی وجہ سے مسخ یا متاثر نہ ہوگئی ہو تو وہ خیر اور شر میں شعوری طور پر امتیاز کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر انسان گناہ کو گناہ ہی سمجھ کر کرتا ہے۔ اسی طرح دوسروں کے ساتھ برائی کو بھی برائی ہی سمجھ کر کرتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہی برائی خود اس انسان کے ساتھ کی جائے تو یہ کبھی برداشت نہیں کرتا۔ اس بات کی تائید قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے بھی ہوتی ہے۔

وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ○ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ○ وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ ○ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ (المطففین:1تا4)

''تباہی ہے ڈنڈی مارنے والوں کے لیے۔ (بُرا ہو ناپ تول میں کمی کرنے والوں کا) جن کا حال یہ ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں، اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انہیں گھاٹا دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ (ایک بڑے دن) یہ اٹھا کر لائے جانے والے ہیں؟''

خیر وشر اور شیطان کا کردار

قرآن وحدیث کی شر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بالعموم اس لیے نہیں کی گئی کہ اس سے کہیں اللہ کے بارے میں کوئی سوئے ادبی کا احتمال نہ ہو۔ اس احتمال کے پیشِ نظر کہیں شر، ضرر اور مصیبت وغیرہ کو انبیاءؑ نے اپنی طرف اور کہیں شیطان کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس لیے کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں شر پھیلے، خیر ختم ہو اور لوگ شر کے ارتکاب سے اس کے ساتھ جہنم میں جائیں،

شر اور اس سے متعلقہ صورتوں کی نسبت شیطان کی طرف

وَاذْکُرْ عَبْدَنَآ اَیُّوْبَ م اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ (ص: 41)

''اور ہمارے بندے ایوبؑ کا ذکر کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھے تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے''۔

فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ (الکھف:63)

(حضرت موسیٰؑ کے غلام کہنے لگے) پس مجھے مچھلی کا خیال نہ رہا اور شیطان نے مجھ کو ایسا غافل کر دیا کہ میں اس کا ذکر (آپ سے کرنا) بھول گیا۔

فَوَكَزَهُ مُوسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ (القصص:15)

''موسیٰؑ نے اس کو ایک گھونسا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ (یہ حرکت سرزد ہوتے ہی) موسیٰؑ نے کہا: ''یہ شیطان کی کارفرمائی ہے، وہ سخت دشمن اور کھلا گمراہ کن ہے۔''

شر اور اس سے متعلقہ صورتوں کی نسبت انسان کی طرف

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف: 23)

''دونوں نے کہا: ''اے ربّ! ہم نے اپنے اوپر ستم کیا، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔''

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (الشوریٰ:23)

''تم لوگوں پر جو مصیبت بھی آئی ہے، تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی ہے''۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (النساء: 79)

''اے انسان، تجھے جو بھلائی بھی حاصل ہوتی ہے اللہ کی عنایت سے ہوتی ہے، اور جو مصیبت تجھ پر آتی ہے وہ تیرے اپنے کسب و عمل کی بدولت ہے''۔

مذکورہ بالا آیات میں شر کی نسبت اللہ کے بجائے خود انسان یا شیطان کی طرف کرنے کا مقصد ادب الٰہی کا لحاظ ہے ورنہ اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ انسان شر کا خالق بن گیا ہے بلکہ حقیقی طور پر سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے اور جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم اور اذن ہی سے ہوتا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی بھی اس میں شامل حال ہوتی ہے یا نہیں؟ اللہ کی مرضی یہ ہوتی ہے کہ انسان خیر و بھلائی کی راہ اختیار کرے اور شر کی راہ اختیار نہ کرے۔ تاہم دنیا میں جو شر پیدا ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے اذن کے بغیر نہیں ہوتا۔ گویا اذن الٰہی اور رضائے الٰہی میں یک گونہ فرق ہے۔ اس کی تائید میں بہت سی آیات اور احادیث پیش کی جا سکتی ہیں تاہم بغرض اختیار ایک ہی آیت ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ط قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا (النساء:78)

''اگر انہیں کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، اور کوئی نقصان پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ اے نبی ﷺ یہ آپ کی بدولت ہے۔ کہو، سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی''۔

مذکورہ بالا آیت میں قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ کے الفاظ یہ واضح کرتے ہیں کہ خیر ہو یا شر، سب کچھ اللہ ہی کے اذن سے ہوتا ہے۔

انسان کا مقام اور قدرتی انتظام

انسان ایک مستقل مخلوق ہے جس میں اللہ کی روح اور اس کی صفات کا پرتو ہے (ص: 75)(الحجر : 29)(السجدة: 9)

زندگی کی پرخطر راہوں کو عبور کرنے کے لیے قوت سماعت، قوت بصارت اور قوت فہم وادراک عطا فرمائیں (السجدة: 9)

دنیا میں انسان کو اللہ تعالی نے نائب (خلیفہ) اور اپنی صفات کا مظہر بنایا (البقرة:30)(بنی اسرائیل : 70)

نیابت کی ذمہ داری سنبھالنے کے لیے حسب ذیل انتظامات کیے

1۔ مادی وروحانی، تنظیمی وتخلیقی ہر قسم کی صلاحیتیں عطا فرمائیں (التین :4) (البقرة:31)

2۔ مقابلے کے امتحان میں کامیاب بنایا (البقرة:33)

3۔ کائنات کی ساری چیزیں انسان کے تابع کردیں
عقل وتجربات کی رہنمائی عطا فرما کر تسخیر کائنات کی اہلیت بخشی (الجاثية :13)

4۔ جنت میں ٹریننگ کے لیے ایک مدت تک رکھا۔ تاکہ وہاں کے نظام کو
اچھی طرح سمجھ کر نیابت کے فرائض انجام دینے کے قابل بن سکیں (البقرة:35)

کائنات کی امانت، انسان کے سپرد کی

اس انتظام وانصرام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کائنات کی "امانت" انسان کے سپرد کی اور انسان بار کے اٹھانے کے لئے تیار ہوگیا۔ جبکہ دیگر مخلوق نے اپنی عدم صلاحیت کی بنا پر انکار کردیا تھا۔ (الاحزاب: 72)

نیابت پر فائز کرتے وقت چند ربانی ہدایات

1۔ دنیا میں مخالف طاقت (شیطان) کا زور ہوگا۔ (جس کا مظاہرہ جنت میں ٹرینگ کے وقت بھی ہو چکا ہے) اس سے ہوشیار رہنا۔ اور دامن بچا کر کام کرتے رہنا۔ (البقرة:36)

2۔ دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا ہے۔ بلکہ ایک مقررہ وقت تک ڈیوٹی دینا ہے۔ اس عرصے میں وہاں کی چیزوں سے فائدہ اٹھانا لیکن اپنی حیثیت نہ بھولنا۔ (البقرة:36)

3۔ انسان کا انجام کب اچھا ہوگا اور کب برا ہوگا (البقرة:38,39)

انسان اور شیطان کا باہمی تعلق

انسان

☆ انسان کو محدود آزادی اور خود مختاری دے کر امتحان کے لیے پیدا کیا ہے

☆ انسان کو جبراً راہ راست پر چلنے کے لیے مجبور نہیں کیا گیا ہے۔

☆ خیر و شر کی تمیز الہام کر دی گئی ہے۔

☆ قرآن و سنت کے ذریعے صراطِ مستقیم کی وضاحت کر دی گئی ہے۔

☆ انسان کو اختیار ہے کہ چاہے تو صراطِ مستقیم اختیار کرے اور چاہے تو شیطان کی ترغیبات قبول کر کے گمراہی اختیار کرے۔

☆ جس راستے کا انسان انتخاب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر چلنے کے اسے مواقع دے دیتا ہے۔ اس کے بغیر امتحان کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے

☆ انسان اور شیطان کی آزادانہ "کشتی" میں اگر انسان جیتے گا تو جنت میں جائے گا اور اگر انسان ہارے گا تو انسان جہنم میں جائے گا۔

شیطان

☆ شیطان کو آزادی عطا کی ہے کہ وہ اس امتحان میں انسان کو ناکام کرنے کے لیے ترغیب و تحریص کی جو کوشش کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

☆ شیطان کو زبر دستی گمراہ کرنے کے اختیارات نہیں دیے گئے ہیں۔

☆ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے شیطان کو مطلوبہ حد تک پورے ہتھیار بھی عطا کر دیے ہیں تا کہ وہ یہ نہ کہہ سکے کہ میرے پاس تو اسلحہ نہیں تھا میں کیسے انسانوں کا مقابلہ کرتا۔

☆ شیطان کا اسلحہ:۔ وسوسہ اندازی ، برائی کو خوب مزین کرنا ،نظر نہ آنا ،حد درجہ ہمدرد ہونے کا فریب دینا، آنے جانے کی بے پناہ قوت اور برق رفتاری، وغیرہ وغیرہ۔

شیطان کے اغراض ومقاصد

قرآن وسنت کی روشنی میں

(لیکچر:2)

شیطان کے اغراض ومقاصد

بنیادی مقصد

انسان کو جہنم میں پہنچادے کر اُسے جنت کی ابدی نعمتوں سے محروم کرنا۔

ذیلی مقاصد

1- لوگوں کو شرک میں مبتلا کرنا۔

2- کافر نہ بنا سکے تو گناہوں میں مبتلا کرنا۔

3- بندوں کو اللہ کی اطاعت سے روکنا۔

4- عبادت واطاعت میں خرابی پیدا کرنا۔

5- نسلِ انسانی کی بیخ کنی کرنا۔

6- مفلسی سے ڈرانا اور فحش کاموں کی ترغیب دینا۔

7۔ جسمانی اور ذہنی ایذا رسانی۔

بنیادی مقصد

شیطان کا ایک ہی بنیادی مقصد ہے جس کے حصول کی خاطر وہ جدو جہد کر رہا ہے وہ یہ کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو جہنم میں دھکیل دے اور جنت سے محروم کر دے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ۔

''وہ تو اپنے پیروکاروں کو اپنی راہ پر اس لئے بلا رہا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔'' (سورۃ فاطر:6)

ذیلی مقاصد : اس بنیادی مقصد کے علاوہ اس کے ذیلی مقاصد یہ ہیں:

1۔ بندوں کو کفر وشرک میں مبتلا کرنا:

یعنی بندوں کو غیر اللہ کی عبادت اور اللہ اور اس کی شریعت سے انکار کی دعوت دینا۔ چنانچہ قرآن میں ہے:

کَمَثَلِ الشَّیۡطٰنِ اِذۡ قَالَ لِلۡاِنۡسَانِ اکۡفُرۡ فَلَمَّا کَفَرَ قَالَ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّنۡکَ ۔

''ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ پہلے وہ انسان سے کہتا ہے کہ کفر کر اور جب انسان کفر کر بیٹھتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے بریُ الذمہ ہوں۔'' (سورۃ الحشر:16)

لوگو! مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تمہیں وہ بات بتاؤں جس سے تم ناآشنا ہو اور وہ بات اللہ نے مجھے آج ہی بتائی ہے، وہ یہ کہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے جو کچھ اپنے بندے کو عطا کیا وہ اس کے لئے حلال ہے اور اس نے تمام بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا تھا لیکن شیطان نے آکر انہیں اپنے دین سے پھیر دیا اور میرے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک کرنے کا حکم دیا جن کے لئے میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔

2۔ کافر نہ بنا سکے تو گناہوں میں مبتلا کرنا:

اگر وہ لوگوں کو کفر وشرک میں مبتلا نہ کر سکے تو ناامید نہیں ہو جاتا بلکہ اس سے چھوٹا حربہ استعمال کرتا ہے یعنی ان سے چھوٹے موٹے گناہ کرواتا اور ان کو دلوں میں عداوت ودشمنی کی کاشت کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لوگو سنو! شیطان اس بات سے قطعی نا امید ہے کہ اس شہر میں اس کی عبادت ہوگی مگر کچھ اعمال جن کو تم معمولی اور حقیر سمجھتے ہو، ان میں اس کی اطاعت کی جائے گی اور وہ اسی سے خوش ہوگا۔" (ترمذی، ابن ماجہ)

"شیطان اس بات سے نا امید ہے کہ جزیرۂ عرب میں نماز پڑھنے والے اس کی پرستش کریں گے، لیکن ان کو ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرنے اور لڑانے میں وہ نا امید نہیں۔" (بخاری)

یعنی وہ لوگوں کے درمیان عداوت و دشمنی کی آگ روشن کرے گا اور ایک کو دوسرے کے خلاف بھڑکائے گا جیسا کہ اس کے اس اقدام کے بارے ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ج فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ـ (المائدہ : 91)

"شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔ پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟"

وہ ہر برے کام کا حکم دیتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (البقرہ:169)

"تمہیں بدی اور فحش کا حکم دیتا ہے اور یہ سکھاتا ہے کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے کہ وہ اللہ نے فرمائی ہیں"۔

مختصر یہ کہ ہر ایسی عبادت جو اللہ کو پسند ہے وہ شیطان کو ناپسند ہے اور ہر ایسی معصیت و نافرمانی جو رب رحمان کو ناپسند ہے وہ شیطان کو پسند ہے

3۔ شیطان کا بندوں کو اللہ کی اطاعت سے روکنا:

شیطان لوگوں کو صرف کفر و معاصی کی دعوت دینے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ انہیں اچھے کام کرنے سے بھی روکتا ہے۔ بھلائی کے جس راستہ پر بھی اللہ کا کوئی بندہ چلنا چاہتا ہے شیطان اس کے راستہ میں ٹانگ اڑاتا اور اسے روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

"شیطان ابن آدم کی تمام راہوں میں بیٹھتا ہے چنانچہ اس کی اسلام کی راہ میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کیا تم اسلام کی خاطر اپنا اور باپ داداؤں کا دین چھوڑ دو گے؟ بندہ اس کی بات ٹھکرا کر اسلام قبول کر لیتا ہے۔ پھر وہ اس کی ہجرت کی راہ میں بیٹھتا اور کہتا ہے: کیا تم ہجرت کی خاطر اپنا وطن، اپنا ماحول چھوڑ دو گے؟ بندہ اس کی بات ٹھکرا کر ہجرت کے لئے چل پڑتا ہے۔ پھر وہ اس کے جہاد کے راستہ میں بیٹھتا ہے اور کہتا ہے: جہاد کرو گے تو اس میں جان اور مال کی پریشانی تو ہے ہی، اگر لڑائی ہوئی اور تم مار دئے گئے تو تمہاری بیوی دوسرے سے شادی کر لے گی اور تمہاری دھن دولت بھی ٹھکانے لگ جائے گی! بندہ اس بات کو ٹھکرا کر جہاد کے لئے نکل جاتا ہے۔ جو شخص ایسا کرے گا اس کو جنت میں داخل کرنا اللہ پر واجب ہے۔ اگر وہ قتل ہو جائے تو اللہ پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے، اگر اس کا جانور اس کی گردن توڑ دے تو اللہ پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے۔" (صحیح الجامع الصغیر للالبانیؒ : جلد2ص72)

ارشاد ربانی ہے:

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ـ (الاعراف 16،17)

"جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا، لہٰذا اب میں بھی تیری صراط مستقیم پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لئے بیٹھوں گا پھر انسان کو آگے سے،

پیچھے سے، دائیں سے بائیں سے غرض کہ ہر طرف سے گھیروں گا اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔"
بہر حال بھلائی کا کوئی ایسا راستہ نہیں جہاں شیطان بیٹھ کر لوگوں کو اس سے نہ روکتا ہو۔

4۔ عبادت واطاعت میں خرابی پیدا کرنا:

اگر شیطان لوگوں کو اطاعت وفرمانبرداری سے نہ روک سکے تو وہ عبادت واطاعت کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اس کے اجر وثواب سے لوگوں کو محروم کردے۔ایک صحابی نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے:"نماز خراب کرنے کے لئے شیطان میرے اور نماز کے درمیان حائل ہوجاتا ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ شیطان ہے جس کو"خنزب" کہا جاتا ہے، اگر تمہیں اس کا احساس ہو تو اس سے اللہ کی پناہ مانگو اور بائیں جانب تین مرتبہ تھوک دو۔وہ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز ختم کردی۔"
جب بندہ نماز شروع کرتا ہے تو شیطان اس کے دل ودماغ پر سوار ہو کر اس کے دل میں ہزاروں خیالات ڈالتا ہے اور اسے اللہ کی یاد سے غافل کر کے دنیا کے مسائل میں الجھا دیتا ہے۔صحیح مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:"جب شیطان کو اذان کی آواز آتی ہے تو وہ گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے۔اذان ہوجانے پر وہ واپس ہوجاتا ہے اور پھر وسوسہ پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے پھر اقامت کی آواز سنتا ہے تو بھاگ جاتا ہے تاکہ کی آواز نہ سن سکے، اقامت ختم ہونے پر پھر واپس آجاتا ہے اور وسوسہ پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے۔"
"جب اقامت ختم ہوتی ہے تو شیطان آتا ہے اور انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہوجاتا ہے اور اس سے کہتا ہے فلاں بات یاد کر فلاں چیز یاد کرو۔یعنی اس کو ایسی باتیں یاد دلاتا ہے جو اسے پہلے یاد نہ تھیں۔اس میں الجھ کر آدمی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔"

5- نسل انسانی کی بیخ کنی کرنا:

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ (بنی اسرائیل :62)
"وہ بولا، دیکھ تو سہی، کیا یہ اس قابل تھا کہ تو نے اسے مجھ پر فضیلت دی؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں اس کی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے۔"
ابلیس کو اندازہ ہوا کہ جذبات اور خواہشات رکھنے والے انسان کو جب فائدوں اور لذتوں والی دنیا کے پرکشش ماحول میں امتحان کے لئے کھڑا کر دیا جائے گا تو اسے باآسانی بہکایا جائے گا۔اس لئے اس نے دعویٰ کے ساتھ کہا اگر مجھے قیامت تک کے لئے مہلت دی گئی تو میں آدم کی پوری نسل کو اس کے اصل مقصد حیات سے غافل کر کے غلط راہ پر ڈال دوں۔بس تھوڑے ہی لوگ ہوں گے جو میرے فریب میں نہیں آئیں گے۔
بیخ کنی کر ڈالوں یعنی ان کے قدم سلامتی کی راہ سے اکھاڑ پھینکوں، احتساب کے اصل معنی کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ دینے کے ہیں۔چونکہ انسان کا اصل مقام خلافت الٰہی ہے جس کا تقاضا اطاعت میں ثابت رہنا ہے۔اس لئے اس مقام سے اس کا ہٹ جانا بالکل ایسا ہے جیسے کسی درخت کا بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا جانا۔

6- مفلسی سے ڈرانا اور فحش کاموں کی ترغیب دینا:

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ج وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۔ (البقرۃ:268)
"شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرزِ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی بخشش اور فضل کی اُمید دلاتا ہے۔"

یعنی شیطان نہیں چاہتا کہ تم نیک کاموں میں خرچ کرو لہٰذا وہ مفلسی کے خطرے میں ڈالتا ہے۔ اور بدکاری اور عیاشی کے کاموں میں روپیہ اڑانے پر آمادہ کرتا ہے۔ آج بے حیائی کی نت نئی شکلیں مثلاً عریاں تصاویر والے رسالے فحش ناولیں وحیا سوز گانے وناچ رنگ کی محفلیں، بے حیائی کو فروغ دینے والے کلب اور اخلاق کو تباہ کرنے والی فلمیں انسان سے بے دریغ خرچ کا مطالبہ کرتی ہیں۔ اور حقوق کی ادائیگی اور نیک کاموں میں خرچ کرنے سے باز رکھتی ہیں۔

چنانچہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا أَنفَقْتُم مِّن شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ (39:34)

"یعنی تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اللہ تمہیں اس کا نعم البدل عطا فرمادے گا۔ کیونکہ اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک اس طرح دعا کرتا ہے: اے اللہ خرچ کرنے والے کو اور زیادہ عطا کر اور دوسرا اس طرح بددعا کرتا ہے: اے اللہ! ہاتھ روکنے والے کو تلف کر دے۔ (بخاری)

7۔ جسمانی اور ذہنی ایذا رسانی:

جس طرح شیطان یہ چاہتا ہے کہ انسان کو کفر و گناہ میں مبتلا کر کے گمراہ کر دے، اسی طرح وہ مسلمان کو جسمانی اور ذہنی طور پر پریشان کرنا چاہتا ہے۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

1۔ **نبی ﷺ پر حملہ:** آئندہ صفحات میں وہ حدیث آئے گی جس میں ہے کہ شیطان نے نبی کریم ﷺ پر حملہ کیا تھا اور آپ ؐ کے چہرۂ اطہر پر پھینکنے کے لئے آگ کا شعلہ لے کر آیا تھا۔

2۔ **شیطانی خواب:** شیطان کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ انسان کو رنجیدہ اور پریشان کرنے کی غرض نیند کی حالت میں طرح طرح کے پریشان کن خواب دکھاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "انسان نیند کی حالت میں جو خواب دیکھتا ہے وہ تین قسم کے ہوتے ہیں: ایک رحمانی یعنی اللہ کی طرف سے۔ دوسرا شیطانی جو انسان کو رنجیدہ کرنے کے لئے شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ تیسرا النفسانی جس میں انسان اپنے آپ سے گفتگو کرتا ہے۔" (صحیح الجامع الصغیر، از البانی: 183، 184، 185)

"اگر کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جو اس کو پسند ہو تو وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اسے چاہئے کہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور خواب لوگوں سے بیان کرے اور اگر کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے اسے چاہئے کہ اللہ کی پناہ مانگے اور خواب کسی سے بیان نہ کرے کیونکہ اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔" (بخاری)

3۔ **گھروں میں آتش زدگی:** شیطان گھروں میں آگ لگانے کا کام بعض حیوانات کے ذریعے کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تم لوگ سونے لگو تو چراغ بجھا دو کیونکہ شیطان بعض حیوانوں (چوہوں) کو ایسی چیزوں (چراغ) کی طرف لاتا ہے اور تمہارے مکانوں میں آگ لگا دیتا ہے۔" (ابوداؤد)

4۔ **موت کے وقت شیطان کا انسان کو جھنجھوڑنا:** نبی کریم ﷺ موت کے وقت شیطان کے وسوسہ سے پناہ مانگتے اور یہ دعا پڑھتے تھے:

(اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ التَّرَدِّیْ وَالْھَدَمِ وَالْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَاَعُوْذُبِکَ اَنْ یَّتَخَبَّطَنِیَ الشَّیْطٰنُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُبِکَ اَنْ اَمُوْتَ فِیْ سَبِیْلِکَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْمَوْتِ لَدِیْغًا)

"اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں گر کر ہلاک ہونے، عمارت میں دبنے، ڈوبنے اور جلنے سے اور پناہ چاہتا ہوں موت کے وقت شیطان

کے جھنجھوڑنے سے، اور پناہ چاہتا ہوں اس بات سے بھی کہ میں تیری راہ میں پشت دکھا کر مروں اور پناہ چاہتا ہوں کہ کسی جانور کے ڈسنے سے میری موت ہو۔'' [اس روایت کو امام نسائی اور حاکم نے صحیح سند سے روایت کیا]

5۔ **پیدائش کے وقت شیطان کا بچے کو تکلیف دینا:** نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ''ہر بچے کو جب اس کی ماں جنتی ہے تو شیطان تکلیف پہنچاتا ہے مگر مریم اور اس کا بیٹا اس سے محفوظ رہے ہیں۔''

''جب کوئی انسان پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے دونوں پہلوؤں میں انگلی چبھوتا ہے، البتہ حضرت عیسیٰ ابن مریم اس سے محفوظ رہے۔'' (بخاری)

حضرت مریمؑ اور ان کے بیٹے کو شیطان سے محفوظ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت مریم کی والدہ نے مریم کی پیدائش کے وقت اللہ سے دعا کی تھی کہ

(اِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ)

''میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔'' (سورۃ آل عمران:36)

کیونکہ انہوں نے سچے دل سے دعا مانگی تھی اس لئے اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور حضرت مریم اور حضرت عیسیٰؑ کو شیطان مردود سے محفوظ رکھا۔ حضرت عمار بن یاسر بھی ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں اللہ نے محفوظ رکھا تھا چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ ابودرداء نے کہا: کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے جس کو اللہ نے اپنے نبی کی دعا سے شیطان سے محفوظ رکھا ہو؟ حضرت مغیرہؓ نے جواب دیا: ہاں، وہ عمار ہیں۔

6۔ **انسان کے کھانے، پانی اور گھر میں شیطان کا حصہ:** انسان کے لئے شیطان کی لائی ہوئی ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ وہ اس کے کھانے پینے کی اشیاء پر ناجائز قبضہ کر کے اس میں اپنا حصہ لگا لیتا ہے اور اس کے گھر میں شب باشی بھی کرتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب بندہ اپنے رب کی ہدایات کی مخالفت کرے یا اس کے ذکر سے غافل ہو جائے۔ اگر وہ اللہ کی دی ہوئی ہدایات پر کاربند ہو اور اس کے ذکر سے غافل نہ ہو تو شیطان کی کیا مجال کہ ہمارے مال اور گھر میں حصہ دار ہو جائے۔ شیطان ہمارا کھانا اسی وقت حلال سمجھتا ہے جب کوئی بغیر بسم اللہ کہے کھانا شروع کر دے لیکن اگر اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو وہ شیطان کے لئے حرام ہو جاتا ہے۔

''جب ہم نبی ﷺ کے ساتھ کسی کھانے میں شرکت کرتے تو اس وقت تک اپنا ہاتھ نہ بڑھاتے جب تک آپ خود شروع کرنے کے لئے اپنا دست مبارک نہ بڑھا دیتے۔ ایک مرتبہ ہم آپؐ کے ساتھ ایک کھانے میں شریک ہوئے، تبھی ایک لونڈی تیزی سے آئی گویا کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہو اور کھانے میں ہاتھ بڑھانے لگی، نبی ﷺ نے اس کا ہاتھ تھام لیا، پھر ایک دیہاتی اسی کیفیت کے ساتھ آیا آپؐ نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا۔ آپؐ نے فرمایا: کھانے کے وقت بسم اللہ نہ کہا جائے تو شیطان اس کھانے کو حلال سمجھتا ہے، شیطان کھانا حلال کرنے کے لئے اس لونڈی کو ساتھ لایا تھا میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر اس دیہاتی کو لے کر آیا تاکہ اس کے ذریعہ سے حلال کرے۔ میں نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس شیطان کا ہاتھ لونڈی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔''

(مسلم)

نبی کریم ﷺ نے ہمیں شیطان سے اپنے مال کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر دروازہ بند کر لیا جائے اور برتنوں پر کوئی چیز ڈھانپ دی جائے، اس سے چیزیں شیطان کی دستبرداری سے محفوظ رہیں گی، چنانچہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''اللہ کا نام لے کر دروازہ بند کرو، شیطان بند دروازہ نہیں کھول سکتا، مشکیزے کا منہ بند کر دو اور اس پر اللہ کا نام لو، برتن ڈھانپ دو اور اللہ کا نام لو، چراغ بجھا دو۔'' (صحیح مسلم)

شیطان انسان کے ساتھ اس وقت بھی کھاتا اور پیتا ہے جب وہ بائیں ہاتھ سے کھائے پیئے، اسی طرح کھڑے ہو کر پینے کے وقت بھی شیطان ساتھ پیتا ہے۔

”جو بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، اس کے ساتھ شیطان کھاتا ہے اور جو بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، اس کے ساتھ شیطان پیتا ہے۔“ (مسند احمد)

7۔ آسیب زدگی: علامہ ابن تیمیہؒ مجموع الفتاوی (ج 24 ص 276) پر رقمطراز ہیں کہ ”اہل السنہ والجماعۃ“ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن انسان کے جسم میں داخل ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

(اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰو لَایَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ)

”جو لوگ سود کھاتے ہیں، ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے چھو کر شیطان نے باؤلا کر دیا ہو۔“ (البقرہ :275)

صحیح بخاری میں آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ: ”شیطان ابن آدم کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔“

امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ کہتے ہیں: ”میں نے اپنے والد سے کہا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جن آسیب زدہ کے جسم میں داخل نہیں ہوتا ہے۔ والد نے جواب دیا: بیٹا! یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں، سچ یہ ہے کہ جن ہی انسان کے زبان سے بات کرتا ہے۔“

ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: ائمہ مسلمین میں کوئی بھی اس بات کا منکر نہیں کہ جن آسیب زدہ شخص کے جسم میں اخل ہوتا ہے۔ جو اس کا انکار کرے اور یہ دعوٰی کرے کہ شریعت اس کو نہیں مانتی وہ شریعت پر تہمت لگاتا ہے، شرعی دلائل میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی جس سے اس کی تردید ہوتی ہو۔“

انسان کو گمراہ کرنے کے لیے

شیطان کے ہتھکنڈے

قرآن وسنت کی روشنی میں

لیکچر (3)

انسان کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کے ہتھکنڈے

1- باطن کی تزئین۔
2- جھوٹا وعدہ ، جھوٹی اُمیدیں۔
3- انسان سے باطل اظہار ہمدردی۔
4- گمراہ کرنے کا تدریجی عمل۔
5- نسیان وغفلت۔
6- شیطانی اور طاغوتی فوجوں کا خوف دلانا۔
7- نفس کو تین چیزیں محبوب ہوتیں ہیں اُن کے ذریعے نفس پر قبضہ۔
8- شراب، جواء ، بت پرستی اور فال نکالنا۔
9- جادوگری۔
10- وسوسے۔

قرآن مجید کی وہ آیات جن میں قصہٗ حضرت آدم اور ابلیس ذرا تفصیل سے بیان ہوا ہے

البقرۃ:30 تا38، الاعراف:11 تا27، الحجر:26 تا44،

بنی اسرائیل:61 تا65، طٰہٰ:115 تا124، ص ٓ:71 تا85

انسان کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کے ہتھکنڈے

نمبر شمار	شیطان کے ہتھکنڈے	آیات
1	باطن کی تزئین۔(کالے دھندے اور گورے نام)	الحجر:39,40، النحل:63، حم السجدۃ:25
2	جھوٹا وعدہ ، جھوٹی اُمیدیں	النساء:120، النفال:48
3	انسان سے باطل اظہار ہمدردی	الاعراف:21،
4	نسیان وغفلت	الانعام:68، المجادلہ:19، الکھف:24
5	شیطانی اور طاغوتی فوجوں کا خوف دلانا	آل عمران:175
6	جو چیزیں نفس کو محبوب ہیں اُن کے ذریعے نفس پر قبضہ	الاعراف:20
7	شراب، جواء ، بت پرستی اور فال نکالنا	المائدۃ:90,91
8	جادوگری	البقرۃ:102
9	وسوسے	طٰہٰ:120، الناس:4,5

انسان کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان کے ہتھکنڈے

شیطان انسان کے پاس آ کر یہ نہیں کہتا کہ فلاں فلاں اچھے کاموں کو چھوڑ دو اور فلاں فلاں برے کام شروع کر دو تا کہ دنیا و آخرت دونوں جگہ تم برباد ہو جاؤ۔ اگر ایسا کرے تو کوئی بھی اس کی بات نہ مانے، بلکہ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے دوسرے بہت سے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے۔

مثلاً:

1۔ باطل کی تزئین

لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان اس ہتھکنڈے کو استعمال کرتا رہا ہے اور آئندہ کرتا رہے گا، وہ باطل کو حق اور حق کو باطل کی شکل میں پیش کرتا ہے اور انسان کی نگاہ میں باطل کو اتنا حسین اور حق کو اس قدر بدنما دکھاتا ہے کہ انسان باطل کے ارتکاب اور حق سے اعراض کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ شیطان ابلیس نے اللہ رب العزت کے دربار میں یہ کہا تھا۔

رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ۔

(سورۃ الحجر:39،40)

''وہ بولا'' میرے رب، جیسا تو نے مجھے بہکایا اُسی طرح اب میں زمین میں اِن کے لیے دلفریبیاں پیدا کر کے ان سب کو بہکا دوں گا، سوائے تیرے ان بندوں کے جنہیں تو نے ان میں سے خالص کر لیا ہو۔''

حضرت آدمؑ کو بہکانے کے لئے ابلیس نے اسی ہتھکنڈے کو استعمال کیا تھا جس درخت کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے حرام کر دیا تھا، شیطان نے اس کا پھل کھانے کو اچھا بتایا اور آرام سے بااصرار کہنے لگا یہ شجر خلد ہے اس کا پھل کھا لو تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو گے یا فرشتے بن جاؤ گے، آدمؑ نے اس کی بات مان لی۔ انجام کار انہیں جنت سے نکلنا پڑا۔ آج شیطان نوازوں کو دیکھئے وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کس طرح اس ہتھکنڈے کو استعمال کر رہے ہیں۔ کمیونزم اور سوشلزم کو دیکھو لوگ کہتے ہیں کہ انہی نظریات کے ذریعہ انسانیت کو حیرانی و پریشانی ،تباہی و بھکمری سے نجات مل سکتی ہے۔ پھر ان تحریکوں کو دیکھو جو عورت کو آزادی کے نام پر ''خاتونِ خانہ'' کی بجائے ''شمعِ محفل'' بنانے پر تلی ہوئی ہیں اور آرٹ کے نام پر بیہودہ ڈراموں کو اسٹیج کرنے کی روادار اور علمبردار ہیں جن میں عزت و ناموس کو پیروں تلے روندا جاتا ہے اور اخلاقی اقدار کی دھجیاں اڑائی جاتی ہیں۔

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ (سورۃ النحل:63)

''خدا کی قسم ! اے نبی ﷺ ! تم سے پہلے بھی بہت سی قوموں میں ہم رسول بھیج چکے ہیں (اور پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے کہ) شیطان نے ان کے بُرے کرتوت انہیں خوشنما بنا کر دکھائے۔''

بخدا! یہ بڑا خطرناک حربہ ہے اس لئے کہ اگر انسان کے سامنے کوئی غلط چیز مزین کر کے پیش کر دی جائے اور وہ اسے صحیح سمجھ بیٹھے تو جس چیز کو اس نے صحیح سمجھا ہے اس کے حصول کے لئے وہ پوری قوت سے کھڑا ہو جاتا ہے خواہ اسے اس کی راہ میں اپنی قربانی ہی کیوں نہ دینا پڑے۔

قرآن مجید میں ہے:

ایسے لوگ انسانیت کو اللہ کے دین سے روکنے اور اللہ والوں سے جنگ کے لئے اٹھ جاتے ہیں اور اپنے آپ کو حق و ہدایت پر سمجھتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّهُمۡ لَيَصُدُّوۡنَهُمۡ عَنِ السَّبِيۡلِ وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ۔ (سورۃ الزخرف:25)

''یہ شیاطین ایسے لوگوں کو راہِ راست پر آنے سے روکتے ہیں، اور وہ اپنی جگہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک جا رہے ہیں۔''

وَقَيَّضۡنَا لَهُمۡ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوۡا لَهُمۡ مَّا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ (سورۃ حم سجدہ:25)

''ہم نے اُن پر ایسے ساتھی مسلّط کر دیے تھے جو انہیں آگے اور پیچھے ہر چیز خوشنما بنا کر دکھاتے تھے۔''

اس آیت میں ''ساتھی'' سے مراد شیاطین ہیں، انہوں نے لوگوں کے آگے دنیوی زندگی کو اتنا خوشنما بنا کر پیش کیا کہ وہ اس پر لٹو ہو گئے اور انہیں آخرت کی تکذیب پر آمادہ کیا اور ایسے حسین انداز میں کیا کہ وہ لوگ حساب کتاب، جنت، جہنم ہر چیز کا انکار کر بیٹھے۔

کالے دھندے گورے نام

شیطان کا انسان کو دھوکا دینے اور باطل کو مزین کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جن حرام چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے وہ ان کا خوبصورت سا نام رکھ دیتا ہے تاکہ انسان مغالطہ میں پڑ جائے اور حقیقت چھپی رہے جیسا کہ اس نے شجرۂ ممنوعہ کا نام شجرۂ خلد رکھا تھا تاکہ آدمؑ کے لئے اس کو خوشنما بنا کر پیش کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَوَسۡوَسَ اِلَيۡهِ الشَّيۡطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلۡ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الۡخُلۡدِ وَمُلۡكٍ لَّا يَبۡلٰى (سورۃ طہٰ:120)

''لیکن شیطان نے اس کو پھسلایا، کہنے لگا ''آدم، بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے''؟

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ:

''شیطان ہی سے اس کے گرگوں کو یہ ہنر وراثت میں ملا ہے کہ وہ حرام چیزوں کا ایسا نام رکھتے ہیں جس نام کی چیز کو انسان کا دل پسند کرتا ہے جیسے شراب کو ''اصل مزہ''، جوئے کو ''آرام کی روٹی''، سود کو ''لین دین'' اور ظالمانہ ٹیکس کو ''شاہی حقوق'' کا نام دیا گیا ہے؟

آج سود کو ''انٹرسٹ'' اور رقص و سرود، گانوں اور ڈراموں اور تصویر و مجسموں کو ''آرٹ'' بتایا جا رہا ہے۔

2۔افراط وتفریط

اس سلسلے میں علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ جب کوئی حکم صادر کرتا ہے تو اس کے بارے شیطان کی دو خواہشیں ہوتی ہیں یا تو اس میں کمی و کوتاہی کی جائے یا زیادتی و غلو، اس کی بلا سے بندہ دونوں میں سے کوئی بھی غلطی کرے۔

شیطان انسان کے دل کے پاس آتا اور اسے سونگھتا ہے اگر اس میں پست ہمتی، تن آسانی اور سہل پسندی کی صفت ہوتی ہے تو وہ اس دروازہ سے انسان پر حملہ کرتا ہے چنانچہ اس کی حوصلہ شکنی کر کے فرائض کی انجام دہی سے روک دیتا ہے۔ اس پر تن آسانی اور آرام طلبی مسلط کر دیتا ہے اور اس کے لئے تاویل و توجیہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ پھر وہ وقت بھی آتا ہے جب انسان تمام احکام دینیہ سے کلی طور پر آزاد ہو جاتا ہے۔

اگر انسان کے دل میں حقیقت پسندی، احتیاط اور جوش و ولولہ ہو تو شیطان کو اس پر اس دروازہ سے حملہ کرنے کی توقع نہیں رہتی، تو پھر وہ اسے

ضرورت سے زیادہ اجتہاد کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس سے کہتا ہے تمہارے لئے اتنا کافی نہیں تم تو اس سے زیادہ کر سکتے ہو، وہ افطار کرتے ہیں تو تمہیں افطار نہیں کرنا چاہیے، ان کو سستی لاحق ہوتی ہے تو تمہیں سستی لاحق نہیں ہونی چاہیے، اگر کوئی اپنا ہاتھ اور چہرہ تین تین مرتبہ دھوئے تو تمہیں سات سات مرتبہ دھونا چاہیے۔ وہ نماز کے لئے وضو کرے تو تمہیں غسل کرنا چاہیے اور اسی طرح کے دوسرے کاموں میں افراط اور ناجائز اضافے کی ترغیب دیتا ہے، غرض یہ کہ اسے غلو، انتہا پسندی اور صراط مستقیم کی حدود سے آگے بڑھا دیتا ہے۔ دونوں جگہ اس کا مقصد انسان کو صراط مستقیم سے دور رکھنا ہے۔ پہلی صورت میں انسان صراط مستقیم تک نہیں پہنچ پاتا اور دوسری صورت میں آگے نکل جاتا ہے۔ اکثر لوگ اس فتنہ کا شکار ہوتے ہیں۔ اس سے نجات کی صورت صرف اور صرف گہرے علم، مضبوط ایمان، شیطان کی مخالفت کی طاقت اور اعتدال کی راہ اپنانے میں ہے۔ واللہ المستعان! (الوابل الصیب: ص19)

3۔ آج نہیں تو کل

انسان کی تمام ملکیتوں میں وقت سب سے زیادہ قیمتی ہے، لہٰذا انسان کو وقت کے استعمال میں بہت زیادہ محتاط ہونا چاہیے۔

شیطان انسان کو کام کرنے سے روکتا اور اسے سست بناتا اور آج کا کام کل کرنے کا عادی بنا دیتا ہے۔ اس کے لئے اس کے پاس مختلف طریقے اور حربے ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جب کوئی شخص سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہ لگاتا ہے۔ ہر گرہ لگاتے وقت کہتا ہے۔ ''رات لمبی ہے سوتا رہ'' اگر آدمی بیدار ہو جاتا اور اللہ کا نام لیتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے، وضو کرتا ہے تو دوسری بھی کھل جاتی ہے اور نماز پڑھتا ہے تو اس کی ساری گرہیں کھل جاتی ہیں اور وہ چست، خوش دل اور تازہ دم ہو جاتا ہے۔ ورنہ اس پر خباثت اور سستی طاری رہتی ہے۔'' (بخاری)

شیطان، انسان کو کسی کام سے روکنے کے لئے بھرپور کوشش کرتا ہے، کبھی وہ وسوسہ پیدا کر کے انسان کو کام سے روکنا چاہتا ہے، اس طرح کہ اس کو کاہل، سست اور آج کا کام کل پر ٹالنے کا عادی بنا کر رکھ دیتا ہے۔

کتنے جدوجہد کا ارادہ رکھنے والے لوگوں کو شیطان نے کل پر ٹالا، کتنے مقام فضیلت پر پہنچنے والوں کی اس نے حوصلہ شکنی کی، کبھی کسی فقیہ نے اپنے درس کا اعادہ کرنا چاہا تو شیطان نے کہا تھوڑی دیر آرام کر لو، یا کوئی عبادت گزار رات میں نماز کے لئے بیدار ہوا تو اس نے کہا ابھی تو بہت وقت ہے۔ شیطان اسی طرح انسان کو کاہل، ٹال مٹول کرنے اور امیدوں پر جینے کا عادی بنا دیتا ہے۔ لہٰذا عقلمند کو چاہیے کہ دور اندیشی سے کام لے۔ دور اندیشی یہ ہے کہ وقت پر کام کرے، ٹال مٹول چھوڑ دے، امیدوں پر جینے سے باز آئے، کیونکہ یہی ہر کوتاہی اور برائی کے رجحان کی جڑ ہے۔

ٹال مٹول:

بیکاری، آرام سے محبت، کام کا خوف اور جی چرانا، کھیل تماشا اور خواہش نفس کے سامنے خود کو عاجز کر لینا، یہ ٹال مٹول کسی بھی آفت اور بڑی مصیبت سے کم نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بادروا بالاعمال ستاً، ما تنتظرون الا غنی مطغیاً او مرضاً مفسداً، او کبراً مفنداً، اوموتاً مجھزاً او الدجال شر منتظر، اوالسائۃ والساعۃ ادھی وامر ۔ (ترمذی، احمد)

''چھ چیزوں سے پہلے نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو۔ لیکن تم انتظار نہیں کرتے مگر:

1۔ سرکش بنادینے والی تونگری کا 2۔ کسی برے مرض کا 3۔ عاجز کردینے والے بڑھاپے کا
4۔ تیار شدہ موت کا 5۔ دجال کے فتنے کا جس کا انتظار ہے
6۔ قیامت کا، اور قیامت کا عذاب بڑا ہی رسوا کن اور بہت ہی سخت ہے۔

اچھے اور مثبت کام میں ٹال مٹول اور آنے والے وقت تک کے لیے موخر کرنا سب امراض جنم لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کے ہاں سب کا ایک مقررہ وقت ہے، جس سے ایک گھڑی بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذَرۡهُمۡ يَاۡكُلُوۡا وَيَتَمَتَّعُوۡا وَيُلۡهِهِمُ الۡاَمَلُ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَOوَمَاۤ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعۡلُوۡمٌ Oمَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ (الحجر:3تا5)

’’چھوڑو انہیں۔ کھائیں پییں، مزے کریں، اور بھلاوے میں ڈالے رکھے ان کو جھوٹی امید۔ عنقریب انہیں معلوم ہوجائے گا۔ ہم نے اس سے پہلے جس بستی کو بھی ہلاک کیا ہے اس کے لیے ایک خاص مہلتِ عمل لکھی جا چکی تھی۔ کوئی قوم نہ اپنے وقتِ مقرر سے پہلے ہلاک ہوسکتی ہے، نہ اُس کے بعد چھوٹ سکتی ہے‘‘۔

4۔ جھوٹا وعدہ اور جھوٹی امید

شیطان لوگوں سے جھوٹے وعدے کرتا اور انہیں جھوٹی امیدیں دلاتا ہے تاکہ ان کو گمراہی کے عمیق غار میں لے جا کر پھینک دے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَعِدُهُمۡ وَيُمَنِّيۡهِمۡ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا ۔ (سورۃ النساء:120)

’’وہ اِن لوگوں سے وعدے کرتا ہے اور انہیں امیدیں دلاتا ہے، مگر شیطان کے سارے وعدے بجز فریب کے اور کچھ نہیں ہیں۔‘‘

کافر جب مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں تو شیطان ان سے قوت و مدد اور غلبہ و اقتدار کا وعدہ کرتا ہے پھر ان کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔

ایسے ہی ایک واقعہ کی طرف قرآن مجید میں اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

وَاِذۡ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الۡيَوۡمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىۡ جَارٌ لَّكُمۡ ج فَلَمَّا تَرَآءَتِ الۡفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيۡهِ وَقَالَ اِنِّىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّنۡكُمۡ ۔ (سورۃ الانفال: 48)

’’ذرا خیال کرو اس وقت کا جبکہ شیطان نے اُن لوگوں کے کرتوت ان کی نگاہوں میں خوشنما بنا کر دکھائے تھے اور ان سے کہا تھا کہ آج کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور یہ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مگر جو دونوں گروہوں کا آمنا سامنا ہوا تو وہ الٹے پاؤں پھر گیا اور کہنے لگا کہ میرا تمہارا ساتھ نہیں ہے۔‘‘

شیطان سرمایہ دار کافروں سے دنیوی زندگی کے بعد آخرت میں بھی دولت و ثروت ملنے کا وعدہ کرتا ہے جس کے غرور میں ایک آدمی کہہ اٹھتا ہے۔

وَلَئِنۡ رُّدِدۡتُّ اِلٰى رَبِّىۡ لَاَجِدَنَّ خَيۡرًا مِّنۡهَا مُنۡقَلَبًا ۔ (سورۃ الکھف:36)

’’اگر کبھی مجھے اپنے رب کے حضور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے بھی زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا۔‘‘

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں اس کے باغ باغیچے اور دھن دولت کو ٹھکانے لگا دیتا ہے اور اس کی سمجھ میں آجاتا ہے کہ وہ مبتلائے مکرو

فریب تھا۔شیطان انسان کو جھوٹی تمناؤں میں الجھا کر، جن کا زندگی کے حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، ٹھوس اور نتیجہ خیز کوششوں سے روک دیتا اور اسے خوابوں کی دنیا میں جینے کا خوگر بنا دیتا ہے۔انجام کار وہ کچھ بھی نہیں پاتا ۔

5۔انسان سے اظہارِ ہمدردی

شیطان انسان کو یہ کہہ کر گناہ اور مصیبت کی دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کا ہمدرد اور خیر خواہ ہے۔اس نے بابا آدمؑ سے بھی قسم کھا کر یہی کہا تھا کہ وہ ان کا خیر خواہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّىۡ لَـكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيۡنَ ۔ فَدَلّٰٮهُمَا بِغُرُوۡرٍ (سورۃ الاعراف:22،21)

''اور اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں''۔

شیطان انسان کو کبھی کوئی برا راستہ دکھا کر گمراہ نہیں کرتا، نہ کر سکتا ہے بلکہ ہمیشہ اسے سبز باغ دکھا کر گمراہ کرتا ہے۔مثلاً اگر یہ کام کرو گے تو تمہاری حالت موجودہ حالت سے بدر جہا بہترین ہو سکتی ہے اور فلاں کام کرنے سے تمہارے کاروبار میں خاصی ترقی ہو سکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔چنانچہ سیدنا آدم وحوا کو بھی اس نے ایسے ہی سبز باغ دکھائے کہ اگر تم اس درخت کو کھا لو گے تو پھر فرشتوں کی طرح یا فرشتے بن جاؤ گے تو پھر تمہارا اس جنت سے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔

یعنی یہ ہوا کہ ادھر شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا اور سبز باغ دکھائے تو فوراً سیدنا آدم وحوا اس درخت کا پھل کھانے کو تیار ہو گئے بلکہ وہ مدتوں ان باتوں کی یقین دہانی کراتا رہا کہ اگر تم نے یہ پھل کھا لیا تو تم فی الواقع انسانیت سے ترقی کر کے فرشتوں کے درجہ پر پہنچ جاؤ گے۔اس دوران وہ قسمیں بھی کھاتا رہا تا آنکہ وہ انہیں اس نافرمانی پر اکسانے کی کوشش میں کامیاب ہو گیا۔

6۔گمراہ کرنے کا تدریجی طریقہ

شیطان کا لوگوں کو گمراہ کرنے کا ایک حربہ یہ ہے کہ وہ انسان کو ایک ایک قدم آگے بڑھاتا ہے تاکہ اسے تھکن اور سستی کا احساس نہ ہو، جب وہ اسے ایک معصیت کے کام پر تیار کر لیتا ہے تو اس کے بعد اس سے بڑی معصیت کی طرف لے جاتا ہے پھر اس سے بڑی کی طرف، یہاں تک کہ سب سے بڑی معصیت تک پہنچا کر ہلاک وتباہی کے منہ میں دھکیل دیتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّمَا يُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّوۡقِعَ بَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِى الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ وَيَصُدَّكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ‌ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ (المائدہ: 91)

''شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟''۔

انسانوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ دستور رہا ہے کہ جب وہ گمراہ اور کج دل ہوتے ہیں تو ان پر شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے۔

وَمَنۡ يَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيۡنٌ" (الزخرف: 36)

''جو شخص رحمان کے ذکر سے تغافل برتتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلّط کر دیتے ہیں اور وہ اُس کا رفیق بن جاتا ہے''۔

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

’’شراب اور جوئے کے رسیا نماز سے بے پرواہ ہوجاتے ہیں اور یوں کفر کی حدود میں داخل ہوجاتے ہیں‘‘۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

اِنَّ الْعَهْدَ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ ۔ (سنن النسائی)

’’ہمارے اور کافروں کے درمیان معاہدہ نماز کا ہے ، جس نے نماز چھوڑی تو یقیناً اس نے (معاہدہ توڑ کر) کفر کیا‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۔ (سورۃ الصّف:5)

’’پھر جب انہوں نے ٹیڑھ اِختیار کی تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔‘‘

7۔نسیان وغفلت

جس چیز میں انسان کی بہتری اور بھلائی ہوتی ہے شیطان اس سے انسان کو غافل کر دیتا ہے جیسا کہ اس نے آدمؑ کے ساتھ کیا کہ ان کے دل میں ایسے وسوسے ڈالتا رہا کہ وہ اللہ کے حکم سے غافل ہوگئے اور شجرۂ ممنوعہ کا پھل کھالیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ع (سورۃ طہٰ:115)

’’ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک حکم دیا تھا مگر وہ بھول گیا اور ہم نے اُس میں عزم نہ پایا‘‘۔

نیز حضرت موسیٰؑ کے خادم (یوشع بن نون) نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا:

اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ز وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۔ (سورۃ الکھف:63)

’’آپ نے دیکھا! یہ کیا ہوا؟ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے اس وقت مجھے مچھلی کا خیال نہ رہا اور شیطان نے مجھ کو ایسا غافل کر دیا کہ میں اس کا ذکر (آپ سے کرنا) بھول گیا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو اس بات کی تاکید کی تھی کہ آپ یا آپ کا کوئی ساتھی ایسی مجلسوں میں نہ بیٹھے جن میں اللہ کی آیتوں پر نکتہ چینی کی جارہی ہو،لیکن کبھی ایسا ہوتا کہ شیطان ان کے ذہن سے اس حکم امتناعی کو بھلا دیتا اور وہ ایسی مجلسوں میں بیٹھ جاتے ،جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ط وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

(سورۃ الانعام:68)

’’اور اے نبی ﷺ ، جب تم دیکھو کہ لوگ ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو ان کے پاس سے ہٹ جاؤ یہاں تک کہ وہ اس گفتگو کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جائیں۔اور اگر کبھی شیطان تمہیں بھلاوے میں ڈال دے تو جس وقت تمہیں اس غلطی کا احساس ہو

جائے اس کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو۔"

انسان پر پوری طرح حاوی ہوجانے کے بعد شیطان اسے اللہ تعالیٰ سے کلی طور پر غافل کردیتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡہِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰہُمۡ ذِکۡرَ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ ہُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ۔ (سورۃ المجادلہ:19)

"شیطان ان پر مسلّط ہو چکا ہے اور اس نے خدا کی یاد، اُن کے دل سے بھلا دی ہے۔ وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں خبر دار رہو شیطان کی پارٹی والے ہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔"

اس آیت میں جن لوگوں کا تذکرہ ہے ان سے منافقین مراد ہیں جیسا کہ اس سے پہلے والی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔اللہ کو یاد رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہمیشہ اس کا ذکر کیا جائے کیونکہ اس سے شیطان دور رہتا ہے اور انسان اس کے اس وار سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذۡکُرۡ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیۡتَ ۔ (سورۃ الکھف:24)

"اور اگر بھولے سے ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو۔"

8۔شیطانی فوج کا خوف

شیطان کا ایک ہتھکنڈا یہ ہے کہ وہ مومنوں کو اپنی فوج سے خوفزدہ رکھنا چاہتا ہے تا کہ وہ اس کی فوج کے خلاف جہاد نہ کرسکیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مشن سے باز آجائیں۔اہل ایمان کے حق میں شیطان کی یہ بڑی شاطرانہ چال ہے۔اللہ تعالیٰ شیطان کی اس چال سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیۡطٰنُ یُخَوِّفُ اَوۡلِیَآءَہٗ ۪ فَلَا تَخَافُوۡہُمۡ وَخَافُوۡنِ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۔

(سورۃ آل عمران:175)

"اب تمہیں معلوم ہوگیا کہ وہ دراصل شیطان تھا، جو اپنے دوستوں سے خواہ مخواہ ڈرا رہا تھا۔لہٰذا آئندہ تم ان سے نہ ڈرنا، مجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحب ایمان ہو۔"

اپنے دوستوں سے ڈرانے کا مطلب حضرت قتادہؓ کے بقول یہ ہے کہ "وہ تمہارے دلوں میں ان کی ہیبت بٹھانا چاہتا ہے۔" اسی لئے اللہ نے یہ کہا کہ اگر تم مومن ہو تو ان سے نہیں مجھ سے ڈرو، بندہ کا ایمان جتنا مضبوط ہوتا ہے اس کا دل شیطان کے دوستوں کے خوف سے اتنا ہی خالی ہوتا ہے۔اگر اس کا ایمان کمزور ہو تو وہ ان سے خوفزدہ رہتا ہے۔

9۔ نفس پر قبضہ

نفس کو جو چیز محبوب ہوتی ہے شیطان اسی دروازے سے نفس پر قبضہ کرتا ہے۔علامہ ابن قیمؒ اپنی کتاب "اغاثة اللھفان" (جلد 1 ص 132) میں اس موضوع پر لکھتے ہیں کہ "شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی ملاقات نفس سے ہوتی ہے شیطان نفس سے معلوم کرتا ہے کہ اسے کون سی چیز محبوب ہے جب اس کو نفس کی کمزوری معلوم ہوجاتی ہے تو وہ انسان کو گمراہ کرنے کے لئے اس کمزوری سے مدد لیتا ہے اور انسان پر اس دروازہ سے قابض ہو جاتا ہے۔

شیطان اس دروازے سے حضرت آدمؑ اور حوا کے پاس پہنچتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ۔

(الاعراف:20)

''اس نے ان سے کہا ''تمہارے ربّ نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ ، یا تمہیں ہیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو جائے۔''

علامہ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ:

''اللہ کے دشمن ابلیس نے آدم وحوا کو سونگھا تو اسے محسوس ہوا کہ دونوں جنت سے انسیت ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت کی ابدی نعمتوں سے بہرہ ور رہنا چاہتے ہیں۔شیطان سمجھ گیا کہ آدم وحوا پر تسلط حاصل کرنے کا یہی ایک دروازہ ہے اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ وہ ان کا خیر خواہ ہے''۔

10۔شکوک وشبہات ڈالنا

بندوں کو گمراہ کرنے کا ایک شیطانی ہتھکنڈا یہ ہے کہ شیطان انسانوں کے دل میں شکوک وشبہات پیدا کر کے ان کے عقائد کو متزلزل کرتا ہے نبی کریم ﷺ نے شیطان کی طرف سے ڈالے جانے والے بعض شبہات سے ہمیں آگاہ بھی کیا ہے مثلاً ایک حدیث میں ہے:

''تم میں بعض آدمیوں کے پاس شیطان آکر کہتا ہے: فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ فلاں کس نے پیدا کی؟ اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ وہ یہ پوچھتا ہے کہ تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب بات یہاں تک پہنچ جائے تو آدمی کو اللہ کی پناہ مانگنا چاہئے اور وہیں رک جانا چاہیے۔''

(بخاری ومسلم)

بعض صحابہ کرامؓ بھی شیطان کی فتنہ سامانی سے نہ بچ سکے اور انہوں نے اپنے دل میں پیدا ہونے والے شیطانی خیالات کی نبی اکرم ﷺ سے شکایت کی۔جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ: ''کچھ صحابہؓ نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے عرض کیا: ''ہمارے دل میں ایسے خیالات پیدا ہوتے ہیں جن کو زبان پر لانا بھی ہم میں سے کسی کو گوارا نہیں''۔تو آپؐ نے فرمایا: کیا واقعی تمہارے دلوں میں ایسے خیالات پیدا ہوتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں آپؐ نے فرمایا: یہی خالص ایمان ہے۔''

نبی کریم ﷺ کے اس قول کہ: ''یہی خالص ایمان ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کے وسوسے کو دفع کرنا، اس سے نفرت کرنا اور اس کو برا سمجھنا ہی خالص ایمان کی نشانی ہے۔صحابہ کرامؓ شیطانی خیالات کا جس شدت سے شکار تھے، اس کو ملاحظہ کیجئے:

''نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: میں اپنے آپ سے ایسی باتیں کرتا ہوں جن کو زبان پر لانے سے بہتر ہے کہ جل کر بھسم ہو جاؤں ! آپؐ نے فرمایا: شکر اس خدا کا جس نے اس معاملہ کو وسوسہ کی طرف لوٹا دیا۔''

شیطان دلوں میں جو شکوک القا کرتا ہے، اس کی تائید درج ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے:

''وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِى الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ''

(سورۃ الحج:52)

''اور اے نبی ﷺ ، تم سے پہلے ہم نے نہ کوئی رسول ایسا بھیجا ہے نہ نبی (جس کے ساتھ یہ معاملہ نہ پیش آیا ہو کہ) جب اُس نے تمنا کی،

شیطان اس کی تمنا میں خلل انداز ہو گیا۔ اس طرح جو کچھ بھی شیطان خلل اندازیاں کرتا ہے، اللہ ان کو مٹا دیتا ہے۔ اور اپنی آیات کو پختہ کر دیتا ہے اللہ علیم ہے اور حکیم"۔

کسی بھی رسول اور نبی کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ جس حق کو لیکر وہ آیا ہے اس کو لوگ قبول کر لیں مگر جب وہ اپنی یہ دعوت پیش کرتا ہے تو شیطان لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کر کے، پیغمبر اور اس کی دعوت کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر دیتا ہے اور لوگوں کو اس کی مخالفت پر اکساتا ہے، اس طرح شیطان پیغمبر کی امنگ میں خلل ڈالتا ہے اور اس کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کرتا ہے کہ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے مٹ جاتے ہیں اور حق اس طرح نکھر کر سامنے آجاتا ہے جیسے بادلوں کے چھٹ جانے سے چاند روشن ہو کر سامنے آ گیا ہو۔

مجسمے اور آستانے بھی شیطان تعمیر کرواتا ہے تاکہ بعد میں اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کی جانے لگے۔ مجسمہ اور آستانہ پرستی قدیم اور جدید ہر زمانے میں عام رہی ہے، شیطان ان مجسموں اور آستانوں کے پاس ہر وقت موجود رہتے ہیں، کبھی آستانہ پرستوں سے بات بھی کرتے ہیں اور ان کو ایسی چیزیں دکھاتے ہیں جن کی وجہ سے ان کا یقین اور بڑھ جاتا ہے پھر وہ ضرورت کے وقت وہیں آتے ہیں، اس کے آگے نذرانے پیش کرتے ہیں، قربانی دیتے ہیں، وہاں رقص وسرود کی محفلیں جمتی ہیں، میلے ٹھیلے لگتے ہیں۔ شیطان نے اس ہتھکنڈے کے ذریعہ بے شمار لوگوں کو گمراہ کیا۔ اسی لئے حضرت ابراہیمؑ نے اللہ سے دعا کرتے وقت یہ کہا تھا:

وَاجْنُبْنِىْ وَبَنِىَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ط رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ۔ (سورۃ ابراہیم:35،36)

"مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔ پروردگار ، ان بتوں نے بہتوں کو گمراہی میں ڈالا ہے۔"

مسلمانوں میں قبر پرستی کی لعنت ہمیشہ رہی ہے۔ وہ قبروں پر دعا کرنے اور نذر و نیاز چڑھانے جاتے ہیں اور آج تو ایک نئی بدعت عام ہو گئی ہے۔

فال نکالنا: مستقبل کی باتیں اللہ کا سربستہ راز اور اس کا مخفی علم ہے، اس لئے نبی کریمؐ نے شادی، سفر یا دوسرے کاموں میں ہمارے لئے استخارہ کی نماز مقرر فرمائی تاکہ ہم اللہ سے اپنے لئے اچھی چیز کی دعا کریں۔ اور اسلامی شریعت نے تیروں وغیرہ کے ذریعہ فال نکالنے کو غلط قرار دیا ہے کیونکہ تیر یا دوسری چیزیں نہیں جانتیں کہ خیر اور اچھائی کس جگہ ہے لہٰذا ان چیزوں سے مشورہ لینا عقل کی خرابی اور سراسر جہالت ہے، اسی طرح فال نکالنے کے لئے پرندوں سے مدد لینا بھی غلط ہے۔ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی سفر کرنا چاہتا تو گھر سے نکلنے کے بعد پرندے کو اڑاتا تھا۔ اگر وہ داہنی جانب اڑتا تو اس سفر کو مبارک سمجھا جاتا اور بائیں جانب اڑتا تو منحوس سمجھا جاتا، یہ سب گمراہی کی باتیں ہے۔

11۔ جادوگری

شیطان انسان کو جادوگری کے ذریعہ بھی گمراہ کرتا ہے وہ لوگوں کو جادو سکھاتا ہے جس میں سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں۔ جادو کے ذریعہ شوہر اور بیوی کے درمیاں جدائی پیدا کی جاتی ہے۔ شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی پیدا کرنے کو شیطان اپنی فوج کا اہم کارنامہ سمجھتا ہے جیسا کہ پیچھے اس سلسلہ میں ایک حدیث گزر چکی ہے۔ جادو کے بارے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ق وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ط وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ط فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ط وَمَا هُمْ

بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ط وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ط قف وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ط لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ (سورۃ البقرہ:2،1)

''حضرت سلیمانؑ نے کبھی کفر نہیں کیا، کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ پیچھے پڑے اُس چیز کے جو بابل میں دو فرشتوں، ہاروت و ماروت پر نازل کی گئی تھی، حالانکہ وہ (فرشتے) جب کبھی کسی کو اس کی تعلیم دیتے تھے، تو پہلے صاف طور پر متنبہ کر دیا کرتے تھے کہ ''دیکھ، ہم محض ایک آزمائش ہیں، تو کفر میں مبتلا نہ ہو۔ پھر بھی یہ لوگ اُن سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دیں ظاہر تھا کہ اذنِ الٰہی کے بغیر وہ اِس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے، مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود اُن کے لیے نفع بخش نہیں بلکہ نقصان دہ تھی اور اُنہیں خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار بنا، اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بُری متاع تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، کاش انہیں معلوم ہوتا!''

12۔ انسان کی کمزوری

انسان کے اندر کمزری کے بہت سے پہلو ہیں جو حقیقت میں بیماریاں ہیں، شیطان ان بیماریوں پر گہری نظر رکھتا ہے بلکہ انسان کے نفس تک پہنچنے کے لئے یہی بیماریاں شیطان کے لئے دروازہ ثابت ہوتی ہیں۔ چند بیماریاں یہ ہیں: کمزوری، ناامیدی، اتراہٹ، خوشی، غرور، فخر، ظلم، زیادتی، ناحق انکار، ناشکری، جلد بازی، اوچھاپن، حماقت، بخل، لالچ، حرص، لڑائی، جھگڑا، شک و شبہ، جہالت، غفلت، دھوکہ بازی، جھوٹا دعوٰی، گھبراہٹ، بے صبری، کنجوسی، تمرد، سرکشی، عہد شکنی، زر پرستی اور دنیاداری۔۔۔ وغیرہ

اسلام روح کی بیماریوں سے نجات دلوانا چاہتا ہے، یہ کام زبردست جدوجہد کا طالب ہے۔ اس میں راستے کی دشواریوں کو انگیز کرنے کی ضرورت ہے، اس کے مقابلہ میں خواہشات کی اتباع اور نفس امارہ کی پیروی بہت آسان کام ہے۔ پہلے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ایک چٹان کو پہاڑ پر لے جا رہا ہو اور دوسرے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو چٹان کو پہاڑ کی چوٹی سے نیچے کی طرف دھکیلے۔ یہی وجہ ہے کہ شیطان کی بات ماننے والوں کی ہمیشہ اکثریت رہی اور مبلغین حق کو دعوت و تبلیغ کے میدان میں بہت دشواریاں اٹھانی پڑیں۔ ذیل میں سلف کے کچھ اقوال نقل کئے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ شیطان کس طرح انسان کے کمزور پہلوؤں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کو دیکھئے، شیطان نے ان کے ساتھ کیا کیا اور تمام بھائیوں کے دلوں میں اپنے ایک بھائی کے خلاف حسد کی آگ کیسے بھڑکائی! حضرت یوسفؑ نے کہا تھا:

وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِیْ وَبَيْنَ اِخْوَتِیْ۔ (سورۃ یوسف:100)

''اس کا احسان ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا، اور آپ لوگوں کو صحرا سے لا کر مجھ سے ملایا، حالانکہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال چکا تھا۔''

13۔عورت اور دنیا سے محبت

نبی اکرم ﷺ ہمیں بتا چکے ہیں کہ آپ کے بعد آدمیوں کے لئے عورتوں سے بڑا کوئی فتنہ نہیں۔اس لئے عورت کو پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور آدمیوں کو نظر نیچے رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ نبی ﷺ نے تنہائی میں عورت کے ساتھ ملنے سے منع کیا اور بتایا کہ جب بھی کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ملے گا دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوگا۔سنن نسائی میں ہے کہ:''عورت چھپائی جانے والی چیز ہے اگر وہ (بے پردہ) گھر سے باہر نکلے تو شیطان اس کو اٹھ اٹھ کر دیکھتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ کی حدیث کے مطابق آج ہم اپنی آنکھوں سے عورتوں کی اکثریت کو نیم برہنہ سڑکوں پر چلتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔مشرق و مغرب میں ایسے ادارے قائم ہیں جہاں ننگی تصویروں، فحش ناولوں، اور بدکاری کو پیش کر کے لوگوں کو اس کی دعوت دینے والی بلیو فلموں کے ذریعے بے حیائی اور آوارگی کو فروغ دینے کے لئے عورتوں اور مردوں کی ایک زبردست فوج کو استعمال کیا جا رہا ہے۔

اسی طرح دنیا پرستی ہر برائی کی جڑ ہے۔خونریزی، عصمت دری، دوسروں کی دولت پر ڈاکہ ڈالنا، تعلقات کو ختم کرنا یہ سب نتیجہ ہے دنیا کو حاصل کرنے اور چند روزہ عزت و شہرت کی لالچ کا۔

14۔گیت و سنگیت اور موسیقی

گیت و سنگیت یہ دو ایسے ہتھکنڈے ہیں جن کے ذریعے شیطان دلوں میں بگاڑ پیدا کرتا اور نفس کو تباہ کر دیتا ہے۔حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

''دشمنِ خدا (شیطان) کا ایک حربہ جس کے ذریعہ اس نے کم علموں اور نادانوں کو فریب دیا، جاہلوں اور باطل پرستوں کے دلوں کا شکار کیا، سیٹی بجانا، تالی پیٹنا اور گانا بجانا ہے۔اسکے ذریعہ شیطان دلوں کو قرآن سے پھیر کر فسق و فجور کی طرف مائل کر دیتا ہے۔یہ شیطان کا قرآن ہے رحمٰن سے روکنے کے لئے دبیز پردہ ہے، لواطت اور زناکاری کا منتر ہے، اس سے شیطان نے باطل پرور لوگوں کو دھوکا دیا، ان کی نگاہوں میں اس کو خوشنما بنا کر پیش کیا اور اس کے حسن و جمال کو ثابت کرنے کے لئے ان کے دلوں میں شکوک و شبہات کی وحی کی۔انہوں نے شیطان کی وحی کو سر آنکھوں پر رکھا اور قرآن کی تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔(اغاثۃ اللھفان:صفحہ 242)

15۔شریعت کی پابندی میں سستی

مسلمان اگر اپنے دین اسلام پر پابندی سے کاربند رہے تو شیطان اس کو گمراہ نہیں کر سکتا اور نہ اس کے ساتھ کھلواڑ کر سکتا ہے لیکن شریعت کے کسی معاملے میں ذرا سستی سے کام لیا تو شیطان کو موقع مل جاتا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ص وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔ (سورۃ البقرہ:208)

''اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آ جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

اسلام کے تمام احکام پر عمل کرنے ہی سے شیطان سے نجات مل سکتی ہے۔ایک چھوٹی سی مثال ہے کہ اگر نمازیوں کی صفیں ایک دوسرے سے پیوست ہوں تو شیطان نمازیوں کے بیچ میں نہیں گھس سکتا لیکن اگر حدیث سے ثابت ہونے والے اس مسئلہ کے برعکس صفوں میں کشادگی ہو تو شیطان نمازیوں کی صفوں کے بیچ میں در آتا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا:

''صفوں کو درست کروتا کہ شیاطین ''حذف'' کی اولاد کی طرح تمہارے بیچ میں نہ گھس آئیں، لوگوں نے کہا: حذف کی اولاد سے آپ کی کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یمن کی چھوٹی بھیڑیں۔'' [صحیح الجامع الصغیر (ج 1 ص 384) اس کو احمد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: ''صفیں سیدھی کرو، ایک دوسرے سے مل کر کھڑے رہو۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تمہاری صفوں میں شیاطین کو خاکستری بکریوں کی طرح (گھسے ہوئے) دیکھتا ہوں۔'' [صحیح الجامع: 384/1]

شیطان سے مقابلہ

کرنے کے لئے

مومن کے ہتھیار

(لیکچر:4)

شیطان کا مقابلہ کرنے کے لیے مومن کے ہتھیار

1	احتیاط	2	قرآن وحدیث پر پابندی سے عمل
3	شیطان سے بچاؤ کے لئے اللہ کے حضور پناہ مانگنا	4	ذکر الٰہی میں مشغولیت
5	مسلمان کی جماعت سے وابستگی	6	شیطان کی مخالفت
7	جلد بازی شیطانی کام ہے	8	جمائی لینا
9	توبہ واستغفار	10	وسوسوں کا علاج

1۔ احتیاط

یہ مکار اور خبیث دشمن بنی آدم کی گمراہی کا طلبگار ہے۔اس دشمن کے اغراض ومقاصد، وسائل وذرائع اور گمراہ کرنے کے طریقوں سے جتنی واقفیت ہوگی، ہم اتنا ہی اس سے محفوظ رہ سکیں گے۔اگر انسان ان تمام باتوں سے غافل رہے گا تو اس کا دشمن اس پر تسلط جما کر اسے جس راستہ پر چاہے گا لے جائے گا۔اس لئے اس بارے میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ (الاعراف: 27)

”اے بنی آدم ! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں پھر اُسی طرح فتنے میں مبتلا کردے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا“۔

2۔ قرآن وحدیث پر پابندی سے عمل

شیطان سے محفوظ رہنے کا سب سے موثر اور کامیاب طریقہ یہ ہے کہ عملی اور علمی طور پر قرآن وحدیث کی پابندی کی جائے،قرآن وحدیث میں سیدھا راستہ دکھایا گیا ہے اور شیطان کی کوشش یہ ہے کہ وہ ہمیں اس راستہ سے دور کردے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ج وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ط ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (سورۃ الانعام:153)

”نیز اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اُس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کردیں گے۔یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے ربّ نے تمہیں کی ہے ، شاید کہ تم کج روی سے بچو۔“

نبی کریم ﷺ نے اس آیت کی وضاحت وتشریح اس طرح کی کہ اپنے ہاتھ سے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا: یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے پھر دائیں اور بائیں دو لکیریں کھینچیں اور فرمایا: یہ (گمراہی) کے راستے ہیں،ان میں سے ہر ایک راستہ پر ایک شیطان بیٹھا ہوا لوگوں کو اس راستہ کی طرف بلا رہا ہے، پھر آپ ؐ نے یہ آیت تلاوت کی۔[احمد،حاکم،نسائی]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ عقائد، اعمال، عبادات وغیرہ کی پیروی کرنے اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے گریز کرنے سے بندہ شیطان سے محفوظ رہتا ہے،اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ص وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔ (سورۃ البقرہ:208)

''اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آ جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

جو شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے، وہ شیطان اور اس کے نقوش قدم سے دور ہو جاتا ہے اور جو اسلام کے کسی حکم کو چھوڑتا ہے وہ شیطان کے کسی حکم کا ماننے والا بن جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنا اور اس کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کرنا یا حرام اور گندی چیزیں کھانا یہ سب شیطان کے نقش قدم کی پیروی میں شامل ہے جس سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا صلے وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔ (سورۃ البقرہ:168)

''لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں، انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

قول و عمل میں قرآن و حدیث کی پابندی کرنے سے شیطان دور بھاگتا ہے اور اس پر اسے بہت غصہ آتا ہے۔ صحیح مسلم، مسند احمد اور سنن ابن ماجہ میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب آدمی سجدہ کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کرتا ہے تو شیطان وہاں سے ہٹ کر رونے لگتا ہے، کہتا ہے وائے ناکامی! ابن آدم کو سجدے کا حکم دیا گیا تو اس نے سجدہ کیا، اس کے لئے جنت ہے اور مجھے سجدے کا حکم ملا تو میں نے نافرمانی کی۔ میرے لئے جہنم ہے!''

3۔ شیطان سے بچاؤ کے لئے اللہ کے حضور پناہ مانگنا

شیطان اور اس کی فوج سے بچنے کا بہترین راستہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں رجوع کیا جائے اور شیطان سے اللہ کی پناہ مانگی جائے اس لئے کہ وہ اس پر قادر ہے۔ اگر اللہ اپنے بندے کو پناہ دے دے تو شیطان بندے تک نہیں پہنچ سکتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ط اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۔ (سورۃ الاعراف:199، 200)

''اے نبی ﷺ، نرمی و درگزر کا طریقہ اختیار کرو، معروف کی تلقین کیے جاؤ ، اور جاہلوں سے نہ اُلجھو۔ اگر کبھی شیطان تمہیں اکسائے تو اللہ کی پناہ مانگو، وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ وہ شیطان کے وسوسوں اور اس کے حاضر ہونے سے اللہ کی پناہ مانگیں۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ O وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ (سورۃ المومنون:97، 98)

"اور دعا کرو کہ "پروردگار! میں شیاطین کی اُکساہٹوں (وسوسوں) سے تیری پناہ مانگتا ہوں، بلکہ اے میرے رب! میں تو اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ یہ (شیاطین) میرے پاس آئیں۔"

هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ سے مراد شیطانی خیالات و وساوس ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی شیطان دشمن سے اپنی پناہ مانگنے کا حکم دیتا ہے اس لئے کہ شیطان احسان ورشوت قبول نہیں کرتا۔ اس کی خواہش صرف یہ ہے کہ ابن آدم ہلاک و برباد ہوجائے کیونکہ اس کو آدم اور ابن آدم سے سخت بیر ہے۔ نبی اکرم ﷺ مختلف طریقوں سے شیطان سے اللہ کی بکثرت پناہ مانگتے تھے چنانچہ نماز میں دعاءِ افتتاح (ثنا) کے بعد فرماتے:

((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَ نَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ)) (سنن اربعہ)

"میں اللہ کی جو سننے اور جاننے والا ہے، پناہ مانگتا ہوں شیطان کے وسوسہ سے، اس کی پھونک سے اور اس کے جادو سے۔"

"هَمْزِ" کی تفسیر گلا گھونٹنے سے "نَفْخِ" کی تکبر سے اور "نَفْثْ" کی شعر سے بھی کی گئی ہے۔

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پناہ مانگنا

آپؐ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو نر اور مادہ ہر قسم کے شیطان سے پناہ مانگتے جیسا کہ صحیحین میں انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ

"جب نبیؐ بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:"

(اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ) "اے اللہ! ناپاک شیطانوں اور جنیوں سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

مسند احمد اور سنن ابوداؤد میں بسند صحیح زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
بیت الخلاء خطرے کے آماجگاہ ہیں، اس لئے تم میں سے کوئی شخص ان میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے:
(اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ) "ناپاک شیطانوں سے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔"

غصہ کے وقت پناہ مانگنا

نبی کریم ﷺ کے پاس دو آدمیوں میں آپس میں تکرار ہوگئی، ان میں سے ایک شخص کو اتنا غصہ آیا کہ معلوم ہو رہا تھا کہ اس کی ناک پھٹ جائے گی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے ایک ایسا جملہ معلوم ہے کہ اگر وہ اسے پڑھے تو اس کا غصہ ختم ہوجائے، صحابہ نے کہا: اللہ کے رسول! وہ کون سا جملہ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: اسے یہ پڑھنا چاہیے۔

(اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ) (بخاری ومسلم) "اے اللہ! میں سرکش شیطان سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"
نبی کریم ﷺ نے شیطان سے بچاؤ کے لئے اپنے ایک صحابی کو یہ دعا بھی سکھائی ہے:

(اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، رَبَّ كُلِّ شَیْءٍ، وَمَلِيْكَهُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطٰنِ وَ شِرْكِهٖ وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى نَفْسِیْ سُوْءًا) (اس کو ترمذی نے بسند صحیح روایت کیا۔ بحوالہ: صحیح الجامع 56/6)
"اے اللہ! آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے، غائب و حاضر کے جاننے والے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے ہر چیز کے مالک و پالنہار! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس کی برائی سے اور شیطان کی شرارت اور شرک سے اور اس بات سے کہ میں کسی گناہ کا ارتکاب کروں۔"

جماع کے وقت پناہ مانگنا

نبی کریم ﷺ نے ہمیں اس وقت بھی استعاذہ کی تاکید فرمائی جب آدمی اپنی بیوی سے ہمبستری کرے، آپؐ نے یہ دعا سکھائی:

(بِسۡمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبۡنَا الشَّيۡطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيۡطٰنَ مَا رَزَقۡتَنَا (بخاری ومسلم)

''اللہ کے نام سے، اے اللہ ہم کو شیطان سے بچا اور شیطان کو ہماری اولاد سے دور رکھ۔''

بال بچوں کے لئے تعوذ پڑھنا

نبی کریم ﷺ حسنؓ اور حسینؓ کی حفاظت کی دعا کرتے اور فرماتے:

اُعِيۡذُ كُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنۡ كُلِّ شَيۡطَانٍ وَمِنۡ كُلِّ عَيۡنٍ لَّا مَّةٍ (بخاری ومسلم)

''میں تم دونوں کو اللہ کے کامل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان سے اور موذی جانور سے اور نظر بد سے۔'' پھر آپؐ فرماتے: ''میرے باپ ابراہیمؑ اپنے بیٹے اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کی حفاظت کے لئے اسی طرح دعا کرتے تھے۔''

شیطان سے پناہ مانگنے کی بہترین دعا

سب سے بہتر دعا جس کے ذریعہ شیطان سے پناہ مانگی جائے، وہ سورۂ فلق اور سورۂ ناس ہے جیسا کہ عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لوگوں کے پناہ مانگنے کے لئے ان دو سورتوں سے بہتر کوئی سورت نہیں۔ یعنی:

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ اور قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔'' (نسائی)

اللہ کی حفاظت و پناہ ہی وہ موثر ہتھیار ہے جو شیطان کو دور رکھ سکتا ہے حضرت مریمؑ کی والدہ نے بھی یہی کیا تھا، چنانچہ انہوں نے کہا تھا:

وَاِنِّيۡۤ اُعِيۡذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ (سورۃ آل عمران:36)

''اور میں اسے اور اس کی آئندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں''

ایک شبہ

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں پھر بھی محسوس ہوتا ہے کہ شیطان ہمارے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، ہمیں برائی پر آمادہ کرتا ہے اور نماز میں ہمارے دل و دماغ کو الجھا دیتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ استعاذہ کی مثال ایسے ہے جیسے لڑنے والے کے ہاتھ میں تلوار۔ اگر لڑنے والے کا ہاتھ مضبوط ہے تو وہ اپنے دشمن کو قتل کر سکتا ہے ورنہ تلوار خواہ کتنی ہی تیز کیوں نہ ہو اس کا دشمن پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ یہی حال استعاذہ کا ہے، اگر متقی و پرہیز گار شخص استعاذہ پڑھتا ہے تو وہ شیطان کے لئے آگ ثابت ہوگا جس میں شیطان بھسم ہو کر رہ جائے گا اور اگر کمزور ایمان والا استعاذہ کرتا ہے تو اس کا دشمن پر پائیدار اور خاطر خواہ اثر نہ ہوگا۔ لہٰذا جو مسلمان شیطان اور اس کے پھندے سے محفوظ رہنا چاہتا ہے، اسے اپنا ایمان مضبوط بنانا چاہیے۔ اللہ سے پناہ طلب کرنی چاہیے، وہی صاحبِ قوت وسطوت ہے۔

4۔ذکرِ الٰہی میں مشغولیت

ذکرِ الٰہی سب سے بڑا ہتھیار ہے جو بندے کو شیطان سے نجات دلا سکتا ہے۔ اللہ کے نبی حضرت یحیٰ ؑ نے نبی اسرائیل کو پانچ چیزوں کی تاکید فرمائی تھی، ان میں ایک یہ بھی تھی:

''میں تمہیں ذکرِ الٰہی کی تاکید کرتا ہوں، اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس کے تعاقب میں دشمن لگے ہوں، وہ ایک مضبوط قلعہ میں آتا ہے اور اپنے آپ کو دشمنوں سے محفوظ کر لیتا ہے۔ یہی حال بندے کا ہے وہ اپنے آپ کو ذکرِ الٰہی کے مضبوط قلعے کے ذریعہ ہی شیطان سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔''

''اگر ذکرِ الٰہی کی صرف یہی ایک خصوصیت ہوتی تب بھی بندے کے لئے مناسب تھا کہ اس کی زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے کبھی نہ تھکتی۔ وہ ہمیشہ ذکرِ الٰہی میں رطب اللسان رہتا، اس لئے کہ وہ ذکر ہی کے ذریعہ اپنے آپ کو دشمن سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ دشمن اس پر غفلت ہی کی حالت میں حملہ کرتا ہے، اس پر دشمن کی نگاہیں جمی ہوئی ہیں، جب وہ غافل ہوتا ہے تو دشمن حملہ کر کے اس کا شکار کرتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو دشمن پیچھے ہٹ جاتا اور ایسا سکڑ جاتا ہے جیسے مولا، یا مکھی ہو۔ اسی لئے اس کو الوسواس الخناس کہتے ہیں یعنی وہ دلوں میں وسوسہ اندازی کرتا ہے اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے۔''

5۔ مسلمان کی جماعت سے وابستگی

مسلمان کے لئے شیطان کے پھندے سے بچنے کے لئے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ دیارِ اسلام میں سکونت اختیار کرے اور اپنے لئے ایسی صالح جماعت کو منتخب کرے جو حق کے معاملہ میں تعاون کرنے والی، حق بات کی ترغیب دینے والی، برائیوں سے روکنے والی اور بھلائیوں کی دعوت دینے والی ہو۔ کیونکہ اتحاد و اتفاق میں غیر معمولی طاقت ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''تم میں سے جو شخص جنت کی راحت و وسعت کا خواہشمند ہے، اسے جماعت سے وابستہ رہنا چاہیے۔ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے دور بھاگتا ہے۔'' (ترمذی: حسن صحیح)

جماعت سے مراد مسلمانوں کی جماعت ہے۔ اسلام میں اس وقت تک جماعت کی کوئی حیثیت نہیں جب تک کہ وہ حق یعنی کتاب و سنت کی پابند نہ ہو۔

حدیث میں ہے:

''جس دیہات یا بستی میں تین افراد ہوں اور وہاں نماز نہ پڑھی جاتی ہو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے، تم لوگ جماعت سے وابستہ رہو، ریوڑ سے علیحدہ بکری کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔'' (ابوداؤد، نسائی وغیرہ)

6۔ شیطان کی مخالفت

پہلے شیطان انسان کا ہمدرد اور خیر خواہ بن کر آتا ہے، اس لئے آدمی کو چاہیے کہ اس کی ہر بات کی مخالفت کرے اور اس سے کہے کہ اگر تم کسی کے ہمدرد ہوتے تو پہلے اپنے آپ کے ساتھ ہمدردی کرتے۔ تم خود کو جہنم میں جھونک کر رب العالمین کے غضب کے مستحق ہو چکے۔ لہٰذا جو اپنا خیر خواہ نہیں ہو سکتا وہ دوسروں کا کیا خیر خواہ ہوگا۔ حارث بن قیس کہتے ہیں: ''اگر نماز کے وقت تمہارے پاس شیطان آئے اور کہے کہ تم ریا کاری کر رہے ہو تو تم نماز اور لمبی کر دو۔'' (تلبیس ابلیس: ص 38)

یہ حارث بن قیس کا اپنا ذاتی تفقہ ہے۔ معلوم ہوا کہ شیطان کو جو بھی چیز پسند ہو ہمیں اس کی مخالفت کرنی چاہیے۔ مثلاً شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے پکڑتا ہے اس لئے ہمیں اس کے مخالفت کرنی چاہیے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:
''تم میں سے کوئی شخص کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے، پیئے تو داہنے ہاتھ سے پیئے۔ پکڑے تو داہنے ہاتھ سے پکڑے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے بائیں سے پیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے لیتا ہے۔'' (ابن ماجہ بحوالہ صحیح الجامع: 81/5)
اگر ہم کھڑے ہو کر پئیں تو شیطان بھی ہمارے ساتھ پینے میں شریک رہتا ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے ہمیں بیٹھ کر پینے کی تاکید فرمائی، تاکہ شیطان کی مخالفت ہو۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے ہمیں قیلولہ (دوپہر کو آرام) کرنے کی بھی ترغیب دی ہے اور اس کی علت یہ بتائی کہ
(قِيْلُوْا فَإِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَا تَقِيْلُ) (کتاب الطب، لابی نعیم بسند حسن: صحیح الجامع: 147/4)
''قیلولہ کرو کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتے۔'' [یہاں بھی شیطانوں کی مخالفت کا حکم دیا]

قرآن نے ہمیں فضول خرچی سے منع کیا اور فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ شیطان مال کو برباد کروانا اور اس کو غیر مصرف میں خرچ کروانا چاہتا ہے۔ غیر ضروری سامان اور فرنیچر وغیرہ کی بھرمار بھی فضول خرچی میں شامل ہے۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:
''ایک بستر آدمی کے لئے، ایک اس کی بیوی کے لئے، ایک مہمان کے لئے اور چوتھا شیطان کے لئے ہے۔'' [ابوداوٗد، نسائی]
اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ہمیں فرمایا کہ: ''شیطان تمہارے ہر کام میں موجود رہتا ہے حتیٰ کہ کھانے کے وقت بھی اگر لقمہ گر جائے تو اس پر لگی گندگی کو صاف کر کے اس کو کھا لینا چاہیے اور شیطان کے لئے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ کھانے سے فراغت کے بعد انگلیاں چاٹ لینی چاہئیں پتہ نہیں کھانے کے کس حصہ میں برکت ہو۔'' [مسلم]

7۔ جلد بازی شیطانی کام ہے

شیطان کی ایک پسندیدہ چیز جلد بازی ہے اس لئے کہ اس سے انسان بہت سی غلطیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ حدیث نبوی ہے:
''غور و فکر رحمانی صفت اور جلد بازی شیطانی صفت ہے'' [صحیح الجامع: 57/3]

لہٰذا ہمیں اس معاملہ میں شیطان کی مخالفت کرنی چاہیے اور وہی کرنا چاہیے جو رحمان کو پسند ہے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے اپنے کسی صحابی سے فرمایا تھا: ''تم میں دو صفتیں ایسی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند ہیں: ایک بردباری اور دوسری غور و فکر۔''

8۔ جمائی لینا

شیطان کو انسان کی ایک عادت جمائی لینا بھی پسند ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ہمیں حتی الامکان اسے روکنے کا حکم دیا ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں:
''جمائی لینا شیطانی فعل ہے، اگر تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اسے حتی الامکان روکنا چاہیے، کیونکہ جب کوئی (جمائی کے وقت) کہتا ہے ''ہا'' تو اس سے شیطان ہنستا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

یہ اس لئے کہ جمائی سستی کی علامت ہے اور شیطان کے لئے یہ بات باعثِ مسرت ہے کہ انسان سست اور کاہل پڑ جائے کیونکہ اس سے اس کی

اس کارکردگی اور جدوجہد میں کمی آئے گی جو اسے اللہ کے نزدیک بلند کرسکتی ہے۔

9۔توبہ واستغفار

شیطان کے فریب کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب شیطان اسے گمراہ کرے تو وہ فوراً اللہ کے دربار میں توبہ واستغفار کر لے۔اللہ کے نیک بندوں کا یہی وطیرہ رہا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ (سورۃ الاعراف:201)

"حقیقت میں جو لوگ متقی ہیں اُن کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی بُرا خیال اگر انہیں چھو بھی جاتا ہے تو فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے کہ ان کے لیے صحیح طریقِ کار کیا ہو"۔

"طٰٓئِفٌ" کی تفسیر گناہ کا ارادہ کرنے یا گناہ کرنے سے کی گئی ہے۔نیز اللہ کا یہ قول "وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں" یعنی وہ اللہ کے عقاب وثواب اور وعدہ وعید کو یاد کرتے اور اس کی جناب میں فوراً توبہ واستغفار، انابت ورجوع کرتے ہیں۔فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ یعنی وہ دیکھتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ توبہ کے بعد اچانک محسوس کرتے ہیں کہ وہ گمراہی کی جس کیفیت میں تھے،اس سے اب بالکل شفایاب ہو چکے ہیں۔
اس سے معلوم ہوا کہ شیطان، انسان کے دل ونگاہ پر شکوک وشبہات کے ایسے دبیز پردے ڈال دیتا ہے کہ وہ یکسر اندھا ہو جاتا ہے، اسے حق و صداقت کی راہ نظر نہیں آتی۔

یہ تو اللہ کے بندوں کا حال ہے کہ وہ فوراً اللہ کے حضور توبہ وانابت کرتے ہیں۔اس معاملہ میں ان کے سامنے بابا آدمؑ کا اُسوہ ہوتا ہے کہ جب انہوں نے شجرۂ ممنوعہ کا پھل کھالیا تو وہ اور ان کی بیوی دونوں اللہ کے دربار میں متوجہ ہو کر کہنے لگے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (سورہ الاعراف:23)

"اے ربّ! ہم نے اپنے اوپر ستم کیا ، اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔"

لیکن شیطان کے گرگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ (سورہ الاعراف:202)

"رہے ان کے (یعنی شیاطین کے) بھائی بند،تو وہ انہیں ان کی کج روی میں کھینچے لیے چلے جاتے ہیں اور انہیں بھٹکانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے"۔

یہاں اِخْوَانُهُمْ (بھائیوں) سے مراد انسانوں میں سے شیطان کے بھائی ہیں جیسا کہ ایک اور آیت میں ہے۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (بنی اسرائیل:27)

"فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں"۔یعنی شیطان کے پیروکار اور اس کے تابعدار ہیں۔

اس آیت کے الفاظ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ (کج روی میں کھینچے لئے چلے جانے) کا مطلب یہ ہے کہ پوری تندہی سے گناہوں کے کاموں کو حسین شکل میں پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک اور آیت میں اللہ نے فرمایا:

اَلَمۡ تَرَ اَنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا الشَّیٰطِیۡنَ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ تَؤُزُّہُمۡ اَزًّا (سورۃ مریم:83)

"کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم نے منکرینِ حق پر شیاطین چھوڑ رکھے ہیں جو انہیں خوب خوب (مخالفتِ حق پر) اکسار ہے ہیں؟"۔

شک وشبہ کا ازالہ جس سے شیطان دلوں میں پہنچ سکتا ہے

مشکوک جگہوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اگر کہیں شک کا موقع ہو تو لوگوں کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر دینا چاہیے تا کہ شیطان کو مسلمانوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کا موقع نہ مل سکے۔ اس معاملہ میں ہمارے لئے نبی اکرم ﷺ کا نمونہ موجود ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں آپ کی زوجہ حضرت صفیہ بنت حییؓ سے روایت ہے، وہ کہتی ہیں کہ:

"نبی اکرم ﷺ اعتکاف میں تھے، میں رات کے وقت آپؐ سے ملاقات کے لئے آئی، کچھ گفتگو ہوئی، پھر میں واپس ہونے کے لئے کھڑی ہوئی تو آپؐ بھی مجھے گھر تک چھوڑنے کے لئے کھڑے ہوئے (حضرت صفیہؓ کا مسکن اسامہ بن زیدؓ کے گھر میں تھا) وہاں سے دو انصاریوں کا گزر ہوا جب انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا تو رفتار تیز کر دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: آہستہ آؤ یہ (کوئی غیر عورت نہیں میری بیوی) صفیہ بنت حیی ہے۔ دونوں انصاریوں نے کہا: سبحان اللہ یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: شیطان انسان کے رگ و ریشہ میں خون کی طرح دوڑتا ہے مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی غلط خیال نہ ڈال دے۔" (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں جن چیزوں کی تاکید کی ان میں دوسروں کے ساتھ خوش گفتاری سے پیش آنا بھی شامل ہے تا کہ شیطان ہمارے اور ہمارے اپنے بھائیوں کے بیچ میں گھس کر عداوت و دشمنی نہ ڈال سکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ (بنی اسرائیل:53)

"اے نبی ﷺ! آپ میرے بندوں (یعنی مومن بندوں) سے کہہ دو زبان سے وہ بات نکالا کریں جو بہتر ہو، دراصل یہ شیطان ہے جو انسانوں کے درمیان فساد ڈلوانے کی کوشش کرتا ہے"۔

اس بارے میں کچھ لوگ تساہل برتتے ہیں، چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ بعض لوگ دوسروں کے بارے میں ایسی بات کرتے ہیں جس میں کئی احتمالات ہوتے ہیں، اور کچھ احتمال غلط بھی ہوتے ہیں۔ کوئی اپنے بھائی کو ایسے الفاظ والقاب سے پکارتا ہے جو اس کو ناپسند ہوتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ چیز شیطان کے لئے دروازہ بن جاتی ہے۔ شیطان ان کے درمیان پھوٹ ڈالتا ہے اور اتحاد و محبت کی جگہ بغض و عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔

10۔ وسوسوں کا علاج

1۔ نبی کریم ﷺ کی ہدایت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور اس طرح کے تمام خیالات سے رک جانا چاہیے۔

2۔ غلط وسوسوں اور خیالات کے ہمیشہ رہنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی پابندی کرنی چاہیے اور اپنے نفس پر قابو رکھنا چاہیے۔

3۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل اور اس کی عبادت میں مشغول رہتے ہوئے اس کی رضا تلاش کرنی چاہیے۔ کیونکہ عبادت کی مشغولیت انسان کے دل میں پیدا ہونے والے وساوس کو دور کرتی ہے۔

4۔ اللہ تعالیٰ کی اچانک پکڑ سے بچنے کی دعا کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

5۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے:

تَفَكَّرُوْا فِيْ مَخْلُوْقَاتِ اللّٰهِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ (صحیح البانی)

”اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کے بارے میں غور وفکر کرو۔ اس کی ذاتِ اقدس میں غور وفکر نہ کرو“۔

6۔ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت کو جگہ دینا۔

7۔ اس بات کو یقینی بنالیں کہ انسانی عقل اللہ تعالیٰ کی صفات کی حقیقت اور کیفیت کا ادراک نہیں کرسکتی۔ جب انسان اپنے نفس کے بعض پوشیدہ رازوں کا ادراک نہیں کرسکتا تو اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک کیسے کرسکتا ہے؟

8۔ کثرت سے استغفار کرنا شک وشبہ کو دور کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ إِنَّهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (الاعراف: 200)

”اگر کبھی شیطان تمہیں اکسائے تو اللہ کی پناہ مانگو، وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے“۔

9۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جسے وسوسہ پہنچے اس کو چاہیے کہ وہ یہ کلمات کہے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ”میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا“۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے نبی مکرم ﷺ کی شریعت اور طریقہ بہت آسان، واضح اور روشن ہے کہ جس میں کوئی تنگی نہیں۔ اس بات پر غور کرنے اور انبیاءؑ پر ایمان لانے سے وسوسہ کی بیماری اور شیطان کی گمراہی دور ہو جاتی ہے۔

”کتاب ابن السنی“ میں سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے:

مَنْ بُلِيَ بِهٰذَا الْوَسْوَاسِ فَلْيَقُلْ: آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِرُسُلِهِ ثَلَاثًا، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُذْهِبُهُ عَنْهُ (عمل الیوم واللیلة لا بن السنی)

”جسے یہ وسوسہ پہنچے اسے تین دفعہ یہ کہنا چاہیے: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، بے شک یہ بات وسوسے سے دور کردے گی“۔

خالقِ کائنات سے کیا تعلق ہے؟

خالق کی پسند اور ناپسند کیا ہے؟

خالق کے احکام کیا ہیں؟

اس کے احکام کی حیثیت کیا ہے؟

ہم جنس انسانوں سے تعلق؟

انسان

کائنات سے تعلق؟

کیا ہے؟

کہاں سے آیا ہے؟

کہاں جائے گا؟

خالق ہے یا مخلوق؟

مختار ہے یا مجبور؟

مسئول ہے یا غیر مسئول؟

مقصد حیات کیا ہے؟

انجام کب اچھا ہوگا اور کب بُرا ہوگا؟

تخلیقِ کائنات کا مقصد

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بے مقصد نہیں بنایا

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۝ الَّذِیۡنَ یَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَیَتَفَكَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۔ (اٰل عمران :190,191)

’’زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں اُن ہوش مند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو اُٹھتے ، بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین آسمانوں کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں۔(وہ بے اختیار بول اُٹھتے ہیں) پروردگار ،یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔‘‘

وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا مِنَ النَّارِ ۔ (ص : 27)

’’ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور اس دنیا کو جو ان کے درمیان ہے،فضول پیدا نہیں کر دیا ہے۔یہ تو اُن لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا ہے اور ایسے کافروں کے لیے بربادی ہے جہنم کی آگ سے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو حق کے ساتھ پیدا کیا

وَهُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ۔ (الانعام : 72) ’’وہی ہے جس نے آسمان و زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔‘‘

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ۔ (ابراھیم 19)

’’کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے آسمان و زمین کی تخلیق کو حق پر قائم کیا ہے‘‘

وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ ۔ (الحجر : 85) (الاحقاف : 3)

’’ہم نے زمین اور آسمانوں کو اور ان کی سب موجودات کو حق کے سوا کسی اور بنیاد پر خلق نہیں کیا ہے۔‘‘

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ۔ (النحل : 3) (الزمر : 5) (التغابن : 3) ’’اُس نے آسمان و زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کھیل کود (بے مقصد) نہیں بنایا اگرچہ وہ ایسا کر سکتا تھا

مَا خَلَقۡنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۔ (الدخان :44)

’’اِن کو ہم نے برحق پیدا کیا ہے ، مگر اِن میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔‘‘

وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا ۔ (ص : 27)

’’ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور اس دنیا کو جو ان کے درمیان ہے،فضول پیدا نہیں کر دیا ہے۔یہ تو اُن لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا ہے۔‘‘

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ o لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّا تَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ o ۔
(الانبياء : 16,17)

''ہم نے اِس آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنایا ہے۔اگر ہم کوئی کھلونا بنانا چاہتے اور بس یہی کچھ ہمیں کرنا ہوتا تو اپنے ہی پاس سے کر لیتے۔''

مقصدِ تخلیقِ انسان

جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۔ (الذاریات : 56)

''میں نے جن اور انسانوں کو اِس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری بندگی کریں۔''

ہم نے زمین کی چیزوں کو اُس کی زینت بنایا تاکہ ہم دیکھیں کون اچھا عمل کرتا ہے

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ (الکهف : 7)

''واقعہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ سر و سامان بھی زمین پر ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ اِن لوگوں کو آزمائیں اِن میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کا سلسلہ قائم کیا کہ وہ دیکھے کہ تم میں سے کون حسنِ عمل کرتا ہے

الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ (الملك :2)

''جس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔''

کیا تم نے خیال کیا ہے کہ ہم نے تمھیں بے مقصد بنایا اور تم ہمارے پاس لوٹ نہ آؤ گے

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۔ (المومنو115)

''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمھیں فضول ہی پیدا کیا ہے اور تمھیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے''

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین پر ایک نائب بناتا ہوں

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۔ (البقرة : 30)

''پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین پر نائب بنایا ہے اور ایک دوسرے پر درجے عطا کیے تا کہ وہ اپنے دیے ہوئے میں تمہیں آزمائے

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ (الانعام : 165)

’’وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا ، اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلہ میں زیادہ بلند درجے دیے، تا کہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک تمہارا رب سزا دینے میں بھی بہت تیز ہے اور بہت درگزر کرنے اور رحم فرمانے والا بھی ہے۔‘‘

ہر متنفس مرنے والا ہے اور ہم اچھے اور برے حالات سے تمہیں آزماتے رہتے ہیں

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَةً وَاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ۔ (الانبیاء 35)

’’ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم اچھے اور بُرے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں۔ آخر کار تمہیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔‘‘

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۔ (التغابن3) ’’اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی عمدہ بنائی ہے۔‘‘

تخلیق و عظمت ابن آدم

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۔ (الحجر 29)

’’جب میں اُسے پورا بنا کر اس میں اپنی رُوح سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔‘‘

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اکثر مخلوق سے اکرم، افضل اور احسن بنایا، بحر و بر پر سوار کرایا اور کھانے کو پاکیزہ چیزیں دیں

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ۔ (بنی اسرائیل 70)

’’یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور اُن کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔‘‘

جو کچھ زمین میں ہے انسان کے لیے بنایا (انسان کے بس میں دے دیا)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۔(البقرۃ : 29) ''وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔''

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ (الحج : 65) ''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اُس نے وہ سب کچھ تمہارے لیے مسخر کر رکھا ہے۔''

زمین وآسمان کی ہر چیز کو تمہارے کام پر لگا دیا

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۔ (لقمٰن20)

''کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمہارے لیے مسخر کر رکھی ہیں اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر تمام کر دی ہیں؟''

وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ۔ (الجاثیہ 13)

''اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان احسن تقویم (بہترین شکل وصورت) میں پیدا کیا

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔ (التین 4) ''ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔''

وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ ۔ (التغابن3) ''اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی عمدہ بنائی ہے۔''

انسان کو زمین پر اقتدار دیا اور اس کے لیے ضروریاتِ زندگی اس میں ودیعت کر دیں

وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ۔ (الاعراف10)

''ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بسایا اور تمہارے لیے یہاں سامانِ زیست فراہم کیا، مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو انسان کے سامنے سر بسجود کر دیا

وَلَقَدْ خَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۔(الاعراف11)

دیگر آیات: (البقرہ : 34) (الحجر : 30) (بنی اسرائیل : 61) (الکھف : 50) (ص : 73,74)

''ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتدا کی پھر تمہاری صورت بنائی، پھر فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم وعرفان کی خصوصی صلاحیتوں سے نوازا

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا ۔ (البقرۃ 31) ''اس کے بعد اللہ نے آدم کو ساری چیزوں کے نام سکھائے۔''

وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْا ۔ (الانعام91) ''تم کو وہ علم دیا گیا جو تمہیں معلوم نہ تھا۔''

عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۔ (الرحمن 2) ''(خدا) اِس قرآن کی تعلیم دی ہے۔''

عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۔ (الرحمن :4) ''اور اسے بولنا سکھایا۔''

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِo عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْo ۔ (العلق :4,5)

''جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔''

انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوتِ سماعت، قوت بصارت اور فہم وادراک عطا فرمایا

وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۔ (النحل :78) (السجدہ : 9) (الملك : 23)

''اُس نے تمہیں کان دیے ، آنکھیں دیں ، اور سوچنے والے دل دیے۔''

بے شمار / ان گنت نعمتیں عطا فرمائی

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۔ (ابراهیم 34)

''اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔''

✳ ✳ ✳ ✳ ✳ ✳ ✳

شیطان کے بارے میں قرآنی تنبیہات

1-	شیطان فسادی اور انسانوں کا کھلا دشمن ہے۔	(بنی اسرائیل53)
2-	شیطان کی بندگی سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ کھلا دشمن ہے۔	(یس:60)
3-	شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔	(البقرۃ:168)
4-	شیطان تمہارا دشمن ہے۔اسے دشمن ہی سمجھو وہ تمہیں دوزخ میں پہنچانا چاہتا ہے۔	(فاطر:6)
5-	کیا اللہ کو چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذریت کو ولی بناؤ گے؟	(کہف:50)
6-	شیطان کو ولی بنانے والا واضح خسارے میں مبتلا ہوگا۔	(النساء:119)
7-	شیطان کے وعدے اور امیدیں دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں۔	(النساء:120)
8-	شیطان انسان کو مصیبت پڑنے پر چھوڑ جانے والا ہے۔	(الفرقان:29)
9-	شیطان برائیوں میں ملوث کر کے اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتا ہے۔	(المائدۃ:91)
10-	اللہ کے ذکر سے اعراض کرنے والا کے ساتھی شیطان ہو جاتا ہے۔	(الزخرف:36)
11-	شیطان کے ساتھی اس کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔	(مریم68)
12-	جہنم ، شیطان اور اس کے پیروکاروں سے بھری جائیگی۔	(الاعراف:18)
13-	شیطان کا مشن ۔انسانیت کی بیخ کنی	(بنی اسرائیل62)
14-	شیطان کے فتنے سے بچو۔	(الاعراف:27)
15-	شیطان فحاشی اور برائی کا حکم دیتا ہے۔	(البقرۃ:69)
16-	شیطان فقر سے ڈراتا اور برائی کا حکم دیتا ہے۔	(البقرۃ:268)
17-	شیطان بہت ہی برا ساتھی ہے۔	(النساء:38)
18-	شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔	(النور:21)
19-	اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔شیطان کی پیروی سے بچو۔	(البقرۃ:208)
20-	شیطان کے ساتھیوں سے لڑو۔ان کی ال کمزور ہے۔	(النساء:76)
21-	فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔	(بنی اسرائیل:27)
22-	شیطان کی پارٹی خسارے میں ہے۔	(المجادلہ:19)

23- شیطان مومنوں کو اپنے ساتھیوں سے ڈراتا ہے۔ (آلِ عمران :175)

24- شیطان کے دوستوں کی جمعیت بہت بڑی ہے۔ (سبا:20)

شیطان کا مقابلہ کرنے کے لیے مومن کے ہتھیار

1- احتیاط۔

2- قرآن وسنت کی پابندی۔

3- اللہ تعالیٰ کے حضور پناہ۔

4- توبہ واستغفار۔

5- ذکرِ الٰہی میں مشغولیت۔

6- شیطان منصوبوں سے آگاہی اور ان سے بچنا۔

7- مسلمانوں کی جماعت سے وابستگی۔

8- جلدی کام نہ کرنا۔

وغیرہ وغیرہ

قرآن مجید کی وہ آیات جن میں قصہ حضرت آدم اور ابلیس ذرا تفصیل سے بیان ہوا ہے

البقرۃ:30تا38، الاعراف:11تا27، الحجر:26تا44،

بنی اسرائیل:61تا65، طٰہٰ:115تا124، صٓ:71تا85

انسان کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کے ہتھکنڈے

نمبر شمار	شیطان کے ہتھکنڈے	آیات
1	باطن کی تزئین۔(کالے دھندے اور گورے نام)	الحجر:39,40، النحل:63، حمٓ السجدۃ:25
2	جھوٹا وعدہ ، جھوٹی اُمیدیں	النساء:120، الانفال:48
3	انسان سے باطل اظہار ہمدردی	الاعراف:21،
4	نسیان وغفلت	الانعام:68، المجادلہ:19، الکھف:24
5	شیطانی اور طاغوتی فوجوں کا خوف دلانا	آل عمران:175
6	جو چیزیں نفس کو محبوب ہیں اُن کے ذریعے نفس پر قبضہ	الاعراف:20
7	شراب، جواء ، بت پرستی اور فال نکالنا	المائدۃ:90,91
8	جادوگری	البقرۃ:102
9	وسوسے	طٰہٰ:120، الناس:4,5

شیطان کا مقابلہ کرنے کے لیے مومن کے ہتھیار

1- احتیاط۔
2- قرآن وسنت کی پابندی۔(اللہ تعالیٰ کا بندہ بننا)
3- اللہ تعالیٰ کی پناہ۔
4- توبہ واستغفار۔
5- ذکرِ الٰہی میں مشغولیت۔
6- شیطانی منصوبوں سے آگاہی اور ان سے بچنا۔
7- مسلمانوں کی جماعت سے وابستگی۔
8- جلدی کام نہ کرنا۔ وغیرہ وغیرہ

شیطان کے بارے میں قرآنی تنبیہات

1-	شیطان فسادی اور انسانوں کا کھلا دشمن ہے۔	(بنی اسرائیل:53)
2-	شیطان کی بندگی سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ کھلا دشمن ہے۔	(یس:60)
3-	شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔	(البقرۃ:168)
4-	شیطان تمہارا دشمن ہے۔ اسے دشمن ہی سمجھو وہ تمہیں دوزخ میں پہنچانا چاہتا ہے۔	(فاطر:6)
5-	کیا اللہ کو چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذریت کو ولی بناؤ گے؟	(کہف:50)
6-	شیطان کو ولی بنانے والا واضح خسارے میں مبتلا ہوگا۔	(النساء:119)
7-	شیطان کے وعدے اور امیدیں دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں۔	(النساء:120)
8-	شیطان انسان کو مصیبت پڑنے پر چھوڑ جانے والا ہے۔	(الفرقان: 29)
9-	شیطان برائیوں میں ملوث کر کے اللہ کے ذکر اور نماز سے روکتا ہے۔	(المائدۃ: 91)
10-	اللہ کے ذکر سے اعراض کرنے والے کے ساتھی شیطان ہو جاتا ہے۔	(الزخرف: 36)
11-	شیطان کے ساتھی اس کے ساتھ جہنم میں جائیں گے۔	(مریم 68)
12-	جہنم ، شیطان اور اس کے پیروکاروں سے بھری جائیگی۔	(الاعراف: 18)
13-	شیطان کا مشن۔ انسانیت کی بیخ کنی	(بنی اسرائیل:62)
14-	شیطان کے فتنے سے بچو۔	(الاعراف: 27)
15-	شیطان فحاشی اور برائی کا حکم دیتا ہے۔	(البقرۃ:69)
16-	شیطان فقر سے ڈراتا اور برائی کا حکم دیتا ہے۔	(البقرۃ:268)
17-	شیطان بہت ہی برا ساتھی ہے۔	(النساء:38)
18-	شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔	(النور:21)
19-	اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ شیطان کی پیروی سے بچو۔	(البقرۃ:208)
20-	شیطان کے ساتھیوں سے لڑو۔ ان کی ال کمزور ہے۔	(النساء:76)
21-	فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں۔	(بنی اسرائیل:27)
22-	شیطان کی پارٹی خسارے میں ہے۔	(المجادلہ: 19)
23-	شیطان مومنوں کو اپنے ساتھیوں سے ڈراتا ہے۔	(آلِ عمران : 175)
24-	شیطان کے دوستوں کی جمعیت بہت بڑی ہے۔	(سبا:20)

انسان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات

1۔ انسان پر نیکی اور بدی کو الہام کر دیا

وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا O فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَ تَقۡوٰهَاO قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰٮهَا O وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰٮهَا O

(الشمس: 7تا10)

اورنفسِ انسانی کی اوراس ذات کی قسم! جس نے اسے ہموار کیا پھراس کی بدی (فُجور) اوراس کی پرہیزگاری (تقویٰ) اس پرالہام کردی یقیناً فلاح پاگیا (کامیاب ہُوا) وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا (پاک کیا) اورنامراد ہوا وہ جس نے اُسے دبادیا۔ (آلودہ کیا)۔

2۔ انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا
مادی، روحانی، تنظیمی وتخلیقی صلاحیتیں عطا فرمائیں

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ O ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سٰفِلِيۡنَ O اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ۔(التین:4تا6)

ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا، پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچا کردیا ، (پھرہم نے اس کوادنیٰ درجے میں ڈال دیا ، جبکہ وہ خود گرنے والا بنا) سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہا اُن کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ (دائمی صلہ ہے)

3۔ انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ سعی کرے

وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۔ (نجم39)

اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اُس نے سعی کی ہے۔

4۔ انسان کو بیان کی طاقت فرمائی

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ O عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ O (الرحمن:3)

اُسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اور اسے بولنا سکھایا۔

5۔ قوتِ سماعت، قوتِ بصارت اور قوتِ فہم وادراک عطا فرمائیں

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ (السجدة:9)

اور تم کو کان دیے، آنکھیں دیں اور دل دیے تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔

6۔ انسان کو مخلوق میں سب سے زیادہ معزز بنایا

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۔ (بنی اسرائیل:70)

''یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں اور اُن کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

7۔ انسان کو اپنا نائب بنایا

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۔ (البقرہ: 30)

پھر ذرا اُس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ ''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔''

8۔ کائنات کی ساری چیزیں انسان کے تابع کر دیں

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۔ (الجاثیہ13)

اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا ۔

9۔ انسان کو جنت میں ٹریننگ کے لیے ایک مدت تک رکھا تاکہ وہاں کے نظام کو سمجھ کر امانت کے فرائض انجام دینے کے قابل بن سکے

وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ (البقرہ:35)

اور پھر ہم نے آدم سے کہا کہ ''تم اور تمہاری بیوی، دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ، مگر اِس درخت کا رُخ نہ کرنا، ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے۔''

10۔ انسان کو دونوں راستے دکھا دیے

وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (بلد: 10) اور کیا دونوں نمایاں راستے اسے (نہیں) دکھا دیے؟

11۔ انسان کے لیے صحیح راستے کی طرف رہنمائی کا انتظام کردیا

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (الدھر: 3)

ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، (راہ سجھادی) خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔

11۔ انسان کو ہر نعمت عطا کی

وَاٰتٰكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۔

(ابراھیم:37)

جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

انسان میں تبدیلی کے حوالے سے سنت الٰہی

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ O (الانفال: 53)

یہ اللہ کی اُس سنت کے مطابق ہوا کہ وہ کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنے طرزِ عمل کو نہیں بدل دیتی۔ اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد: 11)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔

اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (یونس: 44)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا، لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

عقل اور فطرت کے حجابات

یہ پہاڑ جیسی غلطی انسان سے کیوں سرزد ہوتی رہتی ہے؟ اپنی سب سے قیمتی متاع، عقل اور فطرت سلیم، کے ساتھ اس نے اس ظلم کو کیسے روا رکھا؟ یہ ایک بڑا اہم سوال ہے جو اس موقع پر لازماً ابھر کر سامنے آجاتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آگے بڑھنے سے پہلے اس کا جواب معلوم کرلیا جائے۔

یوں تو اس غلطی اور اس ظلم کے اسباب متعدد ہیں، اور بہت سی چیزیں ہیں جو دین و مذہب کے سلسلے میں آدمی کی عقل پر اور اس کی خیر پسند فطرت پر پردے ڈال دیا کرتی ہیں۔

لیکن ان میں سے تین ہی چیزیں ایسی ہیں جن کا رول اس معاملے میں بنیادی ہوا کرتا ہے:

1۔ پہلی چیز تو آدمی کی جبلی ضرورتیں اور طبعی خواہشیں ہیں: (حجابِ طبع)

یہ خواہشات بڑی طاقتور اور منہ زور واقع ہوئی ہیں۔ اگر انسان انہیں قابو میں نہ رکھ سکے، اور آزاد چھوڑے تو وہ بالکل بے لگام ہو رہتی ہیں، یہاں تک کہ اس کے اندر کسی ایسے عمل اور اقدام کی ہمت، بلکہ اس کا ارادہ تک باقی نہیں رہنے دیتیں جو انہیں گوارا نہ ہو۔ اور جب آدمی کسی کام کے کرنے کا ارادہ بھی کر سکنے کے قابل نہ رہ گیا ہو تو چاہے اس کی عقل کچھ بھی کہتی رہے اس پر وہ کان نہیں دھر سکتا۔ شراب کا رسیا خوب جانتا ہے کہ یہ ام الخبائث اس کی صحت، اس کی دولت اس کا ذہنی اعتدال اور اس کی اخلاقی پاکیزگی، سب کو چاٹے لے رہی ہے۔ مگر اس ساری تباہ کاریوں کو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی وہ دل کے ہاتھوں مجبور، بنا رہتا ہے اور عقل غریب کی ایک سن کر نہیں دیتا۔ یہ امر واقعی اس حقیقت کی زندہ مثال ہے۔

2۔ دوسری چیز قومی تعصب: باپ دادا کی اندھی تقلید، موروثی افکار و عقائد اور رسوم و رواج سے گہری وابستگی ہے۔

(حجابِ تعصب)

آدمی معقول سے معقول بات کو بھی محض اس بنا پر حقارت سے ٹھکرا دیا کرتا ہے کہ وہ "باہر" سے آئی ہوئی ہے اور اس کے اپنے قومی ورثے سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ گویا اس کے سوچنے کا انداز یہ ہوتا ہے کہ جو چیز اس کے اپنے ہاں کی ہو وہی صحیح اور قابل التفات ہے، اور اس کی قومی انا کا تقاضا ہے کہ اسے ہر حال میں دانتوں سے پکڑے رہے۔ یہ بڑی بے غیرتی کی بات ہوگی کہ وہ اس کے غلط اور قابل ترک ہونے کا تصور بھی دل میں لائے۔

3۔تیسری چیز: فکر ونظر کی غیر سنجیدگی،خامی اور کجی ہے۔(حجابِ سوءِ معرفت)

ایسے لوگ کثرت سے ہر طرف موجود دیکھے جا سکتے ہیں جو دین کے سب سے اہم اور سب سے نازک مسئلے پر غور وفکر کرتے بھی ہیں تو غور وفکر کا حق ادا نہیں کرتے۔ان کے سوچنے کا ڈھنگ سطحی اور غیر سنجیدہ ہوتا ہے۔اوران کے استدلال میں پھسپھسا پن اور بھینگا پن کام کر رہا ہوتا ہے۔چند قدم چلے نہیں کہ غلط رخ پر مڑ جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ خدا کو بھی مانتے ہوں گے اور آخرت کے محاسبے کو بھی تسلیم کرتے ہوں گے،مگر اس ''ماننے اور تسلیم کرنے'' کی تفصیل میں جاننے کے بعد یہ ماننا نہ ماننے کے برابر ہو کر رہ جاتا ہوگا۔

تکوینی حیثیت سے تو وہ ساری عظمتوں کا مالک اللہ رب العالمین ہی کو سمجھتے ہوں گے،اسی کو ساری کائنات کا خالق اور پروردگار،آقا وحکمران مانتے ہوں گے۔مگر تشریعی حیثیت سے سوال سامنے آتے ہی وہ اسے عرش سے اتار کر فرش پر لا بٹھاتے ہوں گے۔کبھی اسے دنیا کے حکمرانوں پر قیاس کر کے ''شرک'' کی گندگی میں جا گرتے دکھائی دیں گے،اور کبھی اس کی ذات واجب الوجود کو فانی مخلوقات پر قیاس کر کے ''تشبیہ'' کی گمراہی میں جا پڑتے نظر آئیں گے۔حالانکہ ان میں سے ہر قیاس کھلا ہوا قیاس مع الفارق ہوتا ہے۔

یہی حال ان کے نام نہاد ایمان بالآخرت کا بھی ہوگا۔قیامت،آخرت اور محاسبہ اعمال کو تسلیم کرنے کا انہیں دعویٰ بھی ہوگا،مگر ساتھ ہی کچھ ہستیوں کی شفاعت کے بل پر بہر حال ''پروانہ مغفرت'' حاصل کر لینے کا من مانا عقیدہ بھی رکھتے ہوں گے۔اور انہیں اس واضح حقیقت کا بالکل احساس نہ ہوگا کہ ایسے عقیدہ شفاعت کے بعد آخرت اور اس کے محاسبے پر ایمان رکھنے کے کوئی معنی ہی نہیں باقی رہ سکتے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے لفظوں میں پہلے سبب کا نام،حجاب طبع،یا حجابِ نفس،دوسرے کا حجاب رسم،اور تیسرے کا حجاب سوءِ معرفت ہے۔

عقل وفطرت کے ان حجابات میں سے کسی کی بھی کارستانیوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔بنی آدم کی بہت بڑی اکثریت انہیں حجابات کی تاریکیوں میں گم،اور ان کی پیدا کی ہوئی محرومیوں کا شکار بنتی چلی آرہی ہے۔غیر دینی معاملات سے تو انہیں کوئی غرض نہیں ہوتی،مگر خدا اور مذہب کے معاملے میں وہ آدمی کے دل ودماغ پر کالی گھٹا بن کر چھا جایا کرتے ہیں،اور پھر ایسا بہت کم ہونے پاتا ہے کہ وہ چھٹ جایا کریں۔الا لمن یشاء اللّٰہ۔

انسان کی
کمزوریاں اور خامیاں
اور اُن کا علاج
قرآنِ مجید کی نظر میں

1۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جانتے پہچانتے انسان ناشکرگزار ہے اور وہ خود اس کی گواہی دے رہا ہے

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَکَفُوۡرٌ مُّبِیۡنٌ (الزخرف: 15)

”حقیقت یہ ہے کہ اِنسان کھلا اِحسان فراموش ہے۔“

وَاٰتٰىكُمۡ مِّنۡ كُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡهُ‌ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا‌ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَظَلُوۡمٌ كَفَّارٌ (ابراھیم 34)

جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا۔اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوۡدٌ ۚ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيۡدٌ (العادیات: 6، 7)

”حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے ربّ کا بڑا ناشکرا (کَنُوۡدٌ) ہے۔اور بے شک وہ اپنے اِس رویے پر خود گواہ ہے۔“

بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰى نَفۡسِهٖ بَصِيۡرَةٌ ۙ وَّلَوۡ اَلۡقٰى مَعَاذِيۡرَهٗ (القیمه : 14,15)

بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے چاہے وہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے۔

ظَلُوۡمٌ کے معنی ہیں حق کو تلف کرنے والا۔شرک کا ارتکاب کر کے خدا کے حق کو تلف کرتا ہے اور خود اپنے نفس کے حق کو بھی۔

كَفَّارٌ کے معنی ناشکرے کے ہیں جو نعمتیں تو اللہ تعالیٰ سے پاتا ہے اور گن کسی اور کے گاتا ہے۔

2۔انسان تھڑدلا ہے جو تکلیف میں جلد ناشکر گزار اور مایوس ہو جاتا ہے اور آسائش میں جلد ہی شیخی باز اور بخیل بن جاتا ہے

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ o وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ (هود:9،10)

اگر کبھی ہم انسان کو اپنی رحمت سے نوازنے کے بعد پھر اس سے محروم کر دیتے ہیں تو وہ مایوس ہوتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے۔اور اگر اس مصیبت کے بعد جو اس پر آئی تھی ہم اسے نعمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے میرے تو سارے دلدّر پار ہو گئے ، پھر وہ پھولا نہیں سماتا اور اکڑنے لگتا ہے۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ م بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ (الروم : 36)

جب ہم لوگوں کو رحمت کا ذائقہ چکھاتے ہیں تو وہ اس پر پھول جاتے ہیں اور جب ان کے اپنے کیے کرتوتوں سے ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یکایک وہ مایوس ہونے لگتے ہیں۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا o اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا o وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا o اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ (المعارج : 19 تا 22)

انسان تھُڑ دِلا پیدا کیا گیا ہے، جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اُٹھتا ہے اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔مگر وہ لوگ (اس عیب سے بچے ہوئے ہیں) جو نماز پڑھنے والے ہیں۔

3۔انسان تکلیف میں خدا کے سامنے گڑگڑاتا ہے اسے اپنی توہین تصور کرتا ہے مگر آسودگی کی حالت میں خدا کو بھول جاتا ہے اور خدا کے شریک بنانے لگتا ہے۔ بلکہ اس آسودگی کو اپنے علم کا کمال سمجھتا ہے اسے اپنا خیال کرتا ہے اور خدا کی آیات کے خلاف تدبیریں سوچتا ہے

وَإِذَآ أَذَقْنَا ٱلنَّاسَ رَحْمَةً مِّنۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِىٓ ءَايَاتِنَا ۚ قُلِ ٱللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ۔ (یونس:21)

لوگوں کا حال یہ ہے کہ مصیبت کے بعد جب ہم ان کو رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو فوراً ہی وہ ہماری نشانیوں کے معاملہ میں چال بازیاں شروع کر دیتے ہیں۔ان سے کہو ''اللہ اپنی چال میں تم سے زیادہ تیز ہے ، اس کے فرشتے تمہاری سب مکاریوں کو قلم بند کر رہے ہیں۔''

وَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُۥ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُۥ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِىَ مَا كَانَ يَدْعُوٓا۟ إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِۦ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَٰبِ ٱلنَّارِ (الزمر:8)

انسان پر جب کوئی آفت آتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کر کے اُسے پکارتا ہے۔پھر جب اس کا رب اسے اپنی نعمت سے نواز دیتا ہے تو وہ اُس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس پر وہ پہلے پکار رہا تھا۔اور دوسروں کو اللہ کا ہمسر ٹھہراتا ہے تاکہ اُس کی راہ سے گمراہ کرے۔(اے نبی ﷺ) اُس سے کہو کہ تھوڑے دن اپنے کفر سے لُطف اُٹھا لے ، یقیناً تو دوزخ میں جانے والا ہے۔

فَأَمَّا ٱلْإِنسَٰنُ إِذَا مَا ٱبْتَلَىٰهُ رَبُّهُۥ فَأَكْرَمَهُۥ وَنَعَّمَهُۥ فَيَقُولُ رَبِّىٓ أَكْرَمَنِ ۝ وَأَمَّآ إِذَا مَا ٱبْتَلَىٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُۥ فَيَقُولُ رَبِّىٓ أَهَٰنَنِ (الفجر:15،16)

مگر انسان کا حال یہ ہے کہ اس کا رب جب اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اسے عزّت اور نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے: میرے ربّ نے مجھے عزت دار بنایا ہے۔ (میری شان بڑھائی ہے)اور جب

وہ اس کو آزمائش میں ڈالتا ہے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (یونس:12)

انسان کا حال یہ ہے کہ جب اُس پر کوئی سخت وقت آتا ہے تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہم کو پکارتا ہے، مگر جب ہم اس کی مصیبت ٹال دیتے ہیں تو ایسا چل نکلتا ہے کہ گویا اُس نے کبھی اپنے کسی بُرے وقت پر ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔ اس طرح حد سے گزر جانے والوں کے لیے ان کے کرتوت خوشنما بنا دیے گئے ہیں۔

4۔ انسان اپنے آپ کو مستغنی سمجھ کر سرکش و نافرمان واقع ہوا ہے

كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ ○ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ (العلق:6،7)

ہرگز نہیں ! (یقیناً) انسان سرکشی کرتا ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے۔

وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ وَإِن وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ (الاعراف: 102)

ہم نے ان میں سے اکثر میں کوئی پاسِ عہد نہ پایا بلکہ اکثر کو فاسق ہی پایا۔

5۔ انسان ظلوم وجہول ہے اُس بارِ امانت کو جسے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں نے ڈر کر اٹھانے سے انکار کر دیا اور اُس نے اٹھالیا

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (الاحزاب: 72)

ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اُسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے، مگر انسان نے اُسے اٹھالیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔

6۔ مسلمانوں کو کافروں کی چلت پھرت اور مادی ترقی کا دھوکہ

فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِى الْبِلَادِ (المومن:4)

”دنیا کے ملکوں میں اُن کی چلت پھرت تمہیں کسی دھوکے میں نہ ڈالے۔“

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِى الْبِلَادِ ○ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ (آلِ عمران: 196)

”اے نبیؐ! دنیا کے ملکوں میں خدا کے نافرمان لوگوں کی چلت پھرت، تمہیں کسی دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ محض چند روزہ زندگی کا تھوڑا سا لطف ہے، پھر یہ سب جہنم میں جائیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔“

7۔ دنیوی زندگی کا دھوکہ

غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (الجاثیہ:35) ”تمہیں دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا تھا“

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وقفه وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (الفاطر:5)

”لوگو! اللہ کا وعدہ یقیناً برحق ہے ، لہٰذا دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ وہ بڑا دھوکے باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے پائے۔“

دو مغالطے جو تمام برائیوں کی جڑ ہیں

لفظ ”غرور“ اس دنیا کے فریب نظر کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور اس فریب نظر میں مبتلاء کرنے والے شیطان کے لیے بھی، اور یہاں دونوں ہی معنی بنتے ہیں، البتہ اتنی بات یاد رکھیے کہ: وَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا، میں فریبِ نظر پر تنبیہ ہے جو آدمی کو اس دنیا کے باب میں لاحق ہوتی ہے اور وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ میں اس مغالطہ سے آگاہ کیا گیا ہے جو نادانوں کو اللہ تعالیٰ کے باب میں لاحق ہوتا ہے اور فلسفۂ دین کے اعتبار سے یہی دو مغالطے ہیں جو تمام گمراہیوں کی جڑ ہیں۔

8۔ انسان اپنے رب کے بارے میں دھوکے میں مبتلاء ہے

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِيْ خَلَقَكَ ، فَسَوّٰكَ ، فَعَدَلَكَ ۝ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ (الانفطار:6 تا 8)

اے انسان ! کس چیز نے تجھے اپنے اس ربِّ کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا جس نے تجھے پیدا کیا(خَلَقَ) ، پھر تیرے نوک پلک ،سنوارے (سَوّٰی) تجھے متناسب (بالکل موزوں کیا) بنایا،(عدل) اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا؟

9۔ انسان بالطبع لالچی اور مال پر فریفتہ ہے، یہ اگر خدائی خزانوں کا مالک بھی ہو تو بھی خرچ ہو جانے کے ڈر سے کنجوسی سے کام لے

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (العدیات:8)

"وہ مال ودولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے۔اور بے شک وہ دولت کا رسیا ہے"

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا (بنی اسرائیل:100)

اے نبی ﷺ! ان سے کہو، اگر کہیں میرے رب کی رحمت کے خزانے تمہارے قبضے میں ہوتے تو تم خرچ ہو جانے کے اندیشے سے ضرور ان کو روک رکھتے۔واقعی انسان بڑا تنگ دل واقع ہوا ہے۔

10۔ انسان خلقۃً ضعیف ہے

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (النساء:28)

اللہ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ

مِنۡم بَعۡدِ قُوَّةٍ ضُعۡفًا وَّ شَيۡبَةً يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ وَهُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡقَدِيۡرُ (الروم:54)

اللہ ہی تو ہے جس نے ضعف کی حالت سے تمہاری پیدائش کی ابتدا کی پھر اس ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی، پھر اس قوت کے بعد تمہیں ضعیف اور بوڑھا کر دیا۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

11۔ انسان جلد باز ہے

وَيَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالۡخَيۡرِ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلاً (بنی اسرائیل:11)

انسان شر اُس طرح مانگتا ہے جس طرح خیر مانگنی چاہیے۔ انسان بڑا ہی جلد باز واقع ہوا ہے۔

خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ عَجَلٍ (الانبیاء: 37) انسان جلد باز مخلوق ہے۔

12۔ انسان بڑا جھگڑالو ہے۔

خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ (النحل : 4)

اس نے انسان کو ایک ذرا سی بوند سے پیدا کیا ہے اور دیکھتے دیکھتے صریحاً وہ ایک جھگڑالو ہستی بن گیا۔

اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ (یٰس: 77)

کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا؟

وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ اَكۡثَرَ شَيۡءٍ جَدَلاً (الکھف : 54)

مگر انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے۔

13۔ انسان طرح طرح کے نفسانی وسوسوں میں مبتلا رہتا ہے

وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ وَنَعۡلَمُ مَا تُوَسۡوِسُ بِهٖ نَفۡسُهٗ صلے ج وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ

اِلَيۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِيۡدِ (قٓ:16)

ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اُس کے دل میں اُبھرنے والے وسوسوں تک کو، ہم جانتے ہیں۔ ہم اُس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔

قرآنِ مجید میں مذکور انسان کی خامیاں اور کمزوریاں

ناشکرا تھڑدلا جلدباز خلقۃً ضعیف

تکلیف پر مایوس تکلیف پر گڑگڑانا

خوشحالی پر شیخی اور بخل خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کو بھول جانا

مستغنی ہونے پر سرکش اور نافرمان ہونا مستغنی ہونے پر دین کا باغی ہونا

لالچی اور مال پر فریفتہ ہونا ظلوم وجہول (امانت اٹھالی)

کافروں کی چلت پھرت اور مادی ترقی کا دھوکہ دنیاوی زندگی کا دھوکہ

شیطان مردود کے دھوکے اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ

وسوسوں میں مبتلا ہونا

قرآن مجید کی روشنی میں انسانی کمزوریاں قابل علاج ہیں

- يَآ اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (یونس : 57)

لوگو ، تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کرلیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔

- لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آل عمران : 164)

درحقیقت اہلِ ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اُٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

- اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا o اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (الدھر : 2,3)

ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لیے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا۔ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، (راہ سجھا دی) خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا

- وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا o فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا o قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا o وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (الشمس : 7 تا 10)

اور نفسِ انسانی کی اور اس ذات کی قسم! جس نے اسے ہموار کیا پھر اس کی بدی (فُجور) اور اس کی پرہیزگاری (تقویٰ) اس پر الہام کردی یقیناً فلاح پا گیا (کامیاب ہُوا) وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا (پاک کیا) اور نامراد ہوا وہ جس نے اُسے دبا دیا۔ (آلودہ کیا)

- قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (الاعلیٰ : 14)

فلاح پا گیا جس نے پاکیزگی اختیار کی۔

● لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ o ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ o اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (التین : 4 تا 6)

ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا، پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچا کر دیا، (پھر ہم نے اس کو ادنیٰ درجے میں ڈال دیا، جبکہ وہ خود گرنے والا بنا) سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہا اُن کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔(دائمی صلہ ہے)

● وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (والعصر:1 تا 3)

زمانے کی قسم ! (زمانہ شاہد ہے !) انسان در حقیقت خسارے میں ہے،سوائے ان لوگوں کے! جو ایمان لائے ، اور نیک اعمال کرتے رہے ، اورایک دوسرے کوحق کی نصیحت کرتے رہےاور(ایک دوسرے کو) صبر کی تلقین کرتے رہے۔

● اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم :96)

یقیناً جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور عمل صالح کر رہے ہیں عنقریب رحمان اُن کے لیے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔

● اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ (البینۃ : 7)

جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں۔

● یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا o یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا
(الاحزاب : 70,71)

اے ایمان لانے والو ! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو۔اللہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا۔جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

● فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّیَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا (النساء : 175)

اب جو لوگ اللہ کی بات مان لیں گے اور اس کی پناہ ڈھونڈیں گے ان کو اللہ اپنی رحمت اور اپنے فضل و کرم کے دامن میں

لے لے گا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ ان کو دکھا دے گا۔

- وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا(الطلاق: 5)

جو اللہ سے ڈرے گا، اللہ اُس کی برائیوں کو اُس سے دُور کر دے گا اور اس کے اجر کو بڑھائے گا۔

- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (الانفال:29)

اے لوگوں جو ایمان لائے ہو اگر تم خدا ترسی اختیار کرو گے تو اللہ تمہارے لئے کسوٹی بہم پہنچا دے گا اور تمہاری برائیوں کو تم سے دُور کرے گا اور تمہارے قصور معاف کرے گا۔ اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(الحدید : 28)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ، اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ ، اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دہرا حصّہ عطا فرمائے گا اور تمہیں وہ نور بخشے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے ، اور تمہارے قصور معاف کر دے گا ، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

- وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ(محمد:17)

رہے وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی ہے ، اللہ اُن کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انہیں اُن کے حصّے کا تقویٰ عطا فرماتا ہے۔

- وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى (مریم :76)

جو لوگ راہِ راست اختیار کرتے ہیں اللہ ان کو راست روی میں ترقی عطا فرماتا ہے

- يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ(التحریم :8)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ، اللہ سے توبہ کرو، خالص توبہ، بعید نہیں کہ اللہ تمہاری بُرائیاں دور کر دے اور تمہیں ایسی جنّتوں میں داخل فرما دے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

- وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ(العنکبوت: 69)

جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے اور یقیناً اللہ نیکو کاروں ہی کے ساتھ ہے۔

- لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَاَنۡزَلۡنَا مَعَهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ (الحدید: 25)

ہم نے اپنے رُسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا ، اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

- قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَیَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (آل عمران : 31)

اے نبی ﷺ! لوگوں سے کہہ دو کہ ''اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو ، تو میری پیروی اختیار کرو ، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔''

- وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ یَّدۡعُوۡنَ اِلَی الۡخَیۡرِ وَیَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (آل عمران : 104)

تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔

امانت

جس کو انسان نے لے لیا

امانت، جس کوانسان نے لے لیا

امانت دراصل اس چیز کو کہتے ہیں جس کا کسی کو ذمہ دار اور امین بنایا جائے۔ آپس کے لین دین کے معاملوں میں جو اخلاقی جوہر مرکزی حیثیت رکھتا ہے وہ دیانتداری اور امانت ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے کاروبار میں ایماندار ہو اور جس کا کسی پر جتنا ہو، اس کو پوری دیانت سے پورا پورا دیدے اس کو عربی میں امانت کہتے ہیں۔

مضمون کے عنوان میں جس امانت کا ذکر ہے وہ دراصل سورۃ الاحزاب کی آیت 72 سے ماخوذ ہے، جو مندرجہ ذیل ہے:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب: 72)

''ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اُسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے، مگر انسان نے اُسے اٹھالیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے''۔

اس جگہ امانت سے مراد خلافت ہے جو قرآن مجید کی رو سے انسان کو زمین میں عطا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو طاعت و معصیت کی جو آزادی بخشی ہے اور اس آزادی کو استعمال کرنے کے لیے اسے اپنی بے شمار مخلوقات پر تصرف کے جو اختیارات عطا کیے ہیں ان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان خود اپنے اختیاری اعمال کا ذمہ دار قرار پائے اور اپنے صحیح طرزِ عمل پر اجر کا اور غلط طرزِ عمل پر سزا کا مستحق بنے۔ یہ اختیارات چونکہ انسان نے خود حاصل نہیں کیے ہیں بلکہ اللہ نے اسے دے دیے ہیں اور ان کے صحیح اور غلط استعمال پر وہ اللہ کے سامنے جواب دہ ہے۔ اس لیے قرآن میں مندرجہ ذیل مقامات کو ''خلافت'' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور یہاں اسی کے لیے ''امانت'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرہ: 30)

''پھر ذرا اُس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ ''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں''۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ (الانعام: 165) ''وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا''۔

کم و بیش یہی الفاظ سورہ صٓ میں حضرت داؤدؑ کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ (ص: 26)

''(ہم نے اُس سے کہا) ''اے داؤدؑ ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے''۔

لغوی اعتبار سے خلیفہ کی اصطلاح ''خلف'' سے ہے، جس کے معنی پیچھے کے ہیں۔ کسی کے پیچھے آنا، کسی کا قائم مقام یا نائب ہونا، کسی کا نمائندہ ہونا۔ امام راغب اصفہانیؒ کی مشہور کتاب ''مفردات القرآن'' میں خلیفہ کی اصطلاح کے یہی معنی بیان کیے گئے ہیں۔

جب ہم اس کے اصطلاحی معنوں پر غور کرتے ہیں تو اس حوالے سے اسلاف میں سے دو حضرات کی رائے مندرجہ ذیل ہے:

امام ماوردیؒ فرماتے ہیں:

خلیفہ کے اصطلاحی معنی ہیں ''دین کی حفاظت اور دنیا کی ریاست کے انتظام میں نبی ﷺ کی نیابت کرنا''۔

لہٰذا ہم اللہ کے خلیفہ ہیں۔ اللہ نے اپنا مکمل دین اپنے نبی ﷺ کے ذریعے عطا فرمایا ہے، آپ کے بعد اس کی حفاظت اور اس پر عمل اب

ہماری ذمہ داری ہے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:

خلافت ان امور کو قائم کرنا ہے جن کے قیام کے لیے نبی ﷺ مبعوث ہوئے تھے۔ سورہ الصّف آیت 9 میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ (الصف:9)

”وہی تو ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُسے پورے کے پورے دِین پر غالب کردے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو“۔

یہ آیت بیان کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اس دین کو کُل کے کُل نظام ہائے زندگی پر غالب کردیں۔ نبی کریم ﷺ کا یہ مشن تھا کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کو غالب کرنے کی جدوجہد کریں۔ اب خلافت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جن امور کو قائم کرنے کے لیے مبعوث ہوئے تھے انہیں قائم کرنا۔ یہ نبی ﷺ کی نیابت ہے۔

یہ ذمہ داری انبیاءؑ پر فرداً فرداً تھی، ختمِ نبوت کے بعد اجتماعی طور پر یہ امت کی ذمہ داری ہے۔ خلافت بھی، جس کے بارے میں پہلے انبیاءؑ کو انفرادی طور پر خطاب کرکے فرمایا گیا تھا کہ ہم نے آپ کو خلیفہ بنایا، اسی کو اللہ تعالیٰ نے اجتماعی طور پر خطاب کرکے امتِ محمدیہ ﷺ کو عطا کیے جانے کا اعلان فرمایا۔

اب خلافت کا معاملہ اجتماعی ہوگیا، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ (النور:55)

”اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اُسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے“۔

خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے لیے حسب ذیل انتظامات کیے

1۔ خلافت کی انجام دہی کے لیے انسان کو عطا کردہ مادی، روحانی، تنظیمی وتخلیقی صلاحیتیں

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ (التین :4) ”ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا“۔

بہترین ساخت پر پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا اس کے لحاظ سے اسے نہایت موزوں ساخت عطا کی گئی، جسم بھی نہایت اعلیٰ درجہ کا دیا گیا اس میں قوتیں اور صلاحیتیں بھی اعلیٰ قسم کی رکھ دی گئی ہیں پھر عقل وفہم اور علم وحکمت کی قابلیتوں نے تو گویا اس کے سر پر اشرف المخلوقات کا تاج رکھ دیا ہے۔

انسان کو جو بہترین ساخت عطا ہوئی ہے وہ خدائے واحد کی خلاّقی اور اس کے فضل کا نتیجہ ہے اور مقصود یہ ہے کہ انسان ان صلاحیتوں سے

کام لے کر وہ ذمہ داریاں پوری کرے جو خدا نے اس کے سپرد کی ہیں اور وہ اوصاف اپنے اندر پیدا کرے جو انسانیت کا کمال ہیں تا کہ خلافت کا منصب کما حقہ ادا کر کے آنے والی زندگی میں اپنے رب کے ابدی انعامات کا مستحق قرار پائے۔

2۔ خلافت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اس کو قوتِ سماعت، قوتِ بصارت اور قوتِ فہم و ادراک جیسی صلاحیتوں سے نوازا

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ (السجدہ : 9)

"پھر اس کو نِک سِک (نوک پلک) سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی، اور تم کو کان دیے، آنکھیں دیں اور دل دیئے"۔

روح سے مراد محض وہ زندگی نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ خاص جوہر ہے جس کی وجہ سے انسان کے اندر علم، فکر، شعور، ارادہ، فیصلہ، اختیار اور ایسے ہی دوسرے جو اوصاف پیدا ہوئے ہیں وہ سب اللہ کی صفات کے پرتو ہیں۔ ان کا سرچشمہ مادے کی کوئی ترتیب نہیں ہے بلکہ اللہ کی ذات ہے اور اللہ کے علم سے اس کو علم ملا ہے، اللہ کی حکمت سے اس کو دانائی ملی اور اللہ کے اختیارات سے اس کو اختیار ملا ہے تا کہ خلافت کے فریضے کو انجام دینے کے لئے مطلوبہ صلاحیتوں سے اپنے آپ کو لیس کرے۔

3۔ خلافت کی بجا آوری کے لیے اپنی اکثر مخلوق سے اکرم، افضل اور احسن بنایا

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (بنی اسرائیل 70)

"یہ تو ہماری عنایت ہے کہ بنی آدم کو بزرگی (عزت) دی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت (فضیلت) بخشی"۔

اس آیت میں انسان پر اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل تین انعامات و احسانات کا تذکرہ ہے:

1۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے عزت و شرف بخشا ہے۔
2۔ یہ بھی اللہ کا بخشا ہوا اعزاز ہے کہ اس کی خدمت کے لیے خشکی اور سمندر دونوں میں اس کے لیے سواری موجود ہے۔
3۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بہت سے مخلوقات پر پوری پوری فضیلت عطا کی ہے۔

زمین پر انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور انسان کو مسجودِ ملائکہ قرار دیا۔

یہ فضیلت انسان کی خلقت، اس کی قوتوں اور صلاحیتوں اور منصب خلافت پر فائز ہونے کے لحاظ سے ہے، اس کا حقیقی مقام و مرتبہ تو قیامت کے دن ظاہر ہو گا جب انسان کی مساعی و عمل کے نتائج ظہور میں آئیں گے۔

4۔ انسان کے لیے زمین و آسمان کی ہر چیز مسخر کر کے اس کو اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا

"اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً" (لقمان : 20)

"اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمہارے لیے مسخر کر رکھی ہیں اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر تمام کر دی ہیں؟"۔

انسانوں کے لیے چیزوں کو مسخر کرنے کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

i۔ وہ چیز انسان کے تابع کر دی جائے اور اسے اختیار دے دیا جائے وہ جس طرح چاہے اس میں تصرُّف کرے اور جس طرح چاہے اسے استعمال کرے۔ مثلاً ہوا، پانی، مٹی، آگ، نباتات، معدنیات، مویشی وغیرہ۔

ii۔ انسان کے لیے اس چیز کو ایسے ضابطہ کا پابند کر دیا جائے جس کی بدولت وہ اس کے لیے نافع ہو جائے اور اس کی مفاد کی خدمت کرتی رہے۔ مثلاً زمین، چاند، سورج وغیرہ۔

کھلی نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو انسان کو محسوس ہوتی ہیں یا جو اس کے علم میں ہیں اور چھپی ہوئی نعمتوں سے مراد وہ تمام نعمتیں ہیں جو آدمی نہ جانتا ہے اور نہ محسوس کرتا ہے۔ یہ سب نعمتیں، احسانات و انعامات انسان کو اس لیے دیے گئے تا کہ وہ خلافت کا منصب کما حقہ پورا کر سکے۔

5۔ انسان کو زمین میں اقتدار دیا اور ہر قسم کی ضروریات اس میں ودیعت کر دیں

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (الاعراف: 10)

’’ہم نے تمہیں زمین میں اختیارات کے ساتھ بساط اور تمہارے لیے یہاں سامانِ زیست فراہم کیا، مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو‘‘۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ نے اپنے انعامات اور احسانات میں سے صرف دو کا ذکر کیا ہے:

پہلا: ایک یہ انعام ہے کہ اللہ نے نوع انسانی کو اس زمین میں قدرت اور اختیار کے ساتھ بسا دیا۔ لفظ ’’تمکین‘‘ میں قرار، ملک، اقتدار اور تصرف و اختیار سب آ گئے۔ بات کو سادہ طریق پر کہنے کے بجائے لام اور قد کے ذریعہ موکد بنا کر کہا گیا ہے تا کہ ان لوگوں کو چوکنا کر دیا جائے جن کو اس انعام کا احساس نہیں۔

دوسرا: یہ کہ ہم نے اس میں تمھارے لیے معاش کی راہیں کھولی۔ وہ ذات پاک جس نے انسانوں کو اس کرہ ارض پر آباد کیا اسی نے تمہاری معیشت کے وہ تمام وسائل جو زندگی کے لیے ضروری تھے سب اسی میں مہیا کر دیے۔ لفظ معایش بے قید لا کر اشارہ کر دیا کہ نسل انسانی کے رزقی معاشی نظام میں غیر محدود فراخی اور بے پناہ کشادگی پیدا کی۔

6۔ انسان کی تخلیق کر کے اس کی ہدایت کا بھی پورا پورا بندوبست کر دیا

الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ○ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى (الاعلیٰ: 2،3)

’’جس نے پیدا کیا اور پھر نوک پلک سنوارے۔ جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی‘‘۔

زمین سے آسمانوں تک کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا اور جو چیز بھی پیدا کی اسے بالکل راست اور درست بنایا، اس کا توازن اور تناسب ٹھیک ٹھیک قائم کیا، اس کو ایسی صورت پر پیدا کیا کہ اس جیسی چیز کے لیے اس سے بہتر صورت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

اسی چیز کو دوسری جگہ یوں فرمایا:

الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (آیت: 7) ’’جس نے ہر چیز کو بہترین طریقے پر پیدا فرمایا‘‘۔

ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے یہ طے کر دیا کہ اسے دنیا میں کیا کام کرنا ہے اس کام کے لیے اس کی مقدار کیا ہو، اس کی شکل کیا ہو، اس کی

صفات کیا ہوں، اس کا مقام کس جگہ ہو، اس کے لیے بقاء اور قیام اور فعل کے لیے کیا مواقع اور ذرائع فراہم کیے جائیں کس وقت وجود میں آئے، کب تک اپنے حصے کا کام کرے اور کب کس جگہ ختم ہو جائے۔ اس پوری اسکیم کا مجموعی نام اس کی ''تقدیر'' ہے، اور یہ تقدیر اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کے لیے اور مجموعی طور پر پوری کائنات کے لیے بنائی ہے۔

وہ محض خالق ہی نہیں ہے، ھادی بھی ہے، اس نے یہ ذمہ لیا ہے جو چیز جس حیثیت میں اس نے پیدا کی ہے اس کو ویسی ہی ہدایت دے جس کے وہ لائق ہے اور اس طریقہ سے ہدایت دے جو اس کے لیے موزوں ہے۔

انسان کو علم و عقل کی قوتیں دے کر رہنمائی کا بھی مکمل بندوبست کر دیا

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (الدھر: 3)

''ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض علم و عقل کی قوتیں دے کر ہی نہیں چھوڑ دیا، بلکہ ساتھ ساتھ اس کی رہنمائی بھی کی تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ شُکر کا راستہ کون سا ہے اور کُفر کا راستہ کون سا، اور اِس کے بعد جو راستہ بھی وہ اختیار کرے اس کا ذمہ دار وہ خود ہو۔ سورۃ البلد میں یہی مضمون اِن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ''اور ہم نے اُسے دونوں راستے (یعنی خیر و شر کے راستے) نمایاں کر کے بتا دیے۔

بدی اور پرہیزگاری الہام کر کے کامیابی کو تزکیہ سے مشروط کر دیا

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ـ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا ـ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (الشمس: 7,8)

''اور قسم ہے (انسان کے) نفس کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے (تمام ظاہری و باطنی قوتوں کے ساتھ) اُستوار کیا، پھر اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی، یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا''۔

ہموار کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کو ایسا جسم عطا کیا جو اپنے قامتِ راست اور اپنے ہاتھ پاؤں اور اپنے دماغ کے اعتبار سے انسان کی سی زندگی بسر کرنے کے لیے موزوں ترین تھا۔ اس کو دیکھنے، سننے، چھونے، چکھنے اور سونگھنے کے ایسے حواس عطا کیے جو اپنے تناسب اور اپنی خصوصیات کی بنا پر اس کے لیے بہترین ذریعہ علم بن سکتے تھے۔ اس کو قوت عقل و فکر، قوت استدلال و استنباط، قوت خیال، قوت حافظہ، قوت تمیز، قوت فیصلہ، قوت ارادی، اور دوسری ایسی ذہنی قوتیں عطا کی جن کی بدولت وہ دنیا میں اس کام کے قابل ہوا جو انسان کے کرنے کا ہے۔ اس کے علاوہ ہموار کرنے میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ اسے پیدائشی گناہ گار اور جبلی بدمعاش بنا کر نہیں بلکہ راست اور سیدھی فطرت پر پیدا کیا اور اس کی ساخت میں کوئی خلقی کجی نہیں رکھ دی کہ وہ سیدھی راہ اختیار کرنا چاہے بھی تو نہ کر سکے۔ یہی بات ہے جسے سورہ روم میں بایں الفاظ بیان کیا گیا کہ

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم: 30)

''قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا''

کائنات کی امانت (خلافت) انسان کی سپردگی

اس انتظام وانصرام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ''امانت'' (خلافت) انسان کے سپرد کی اور انسان اس خلافت بار اٹھانے کے لیے تیار ہو گیا، جب کہ دیگر مخلوق نے انکار کر دیا تھا۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب: 72)

''ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اُسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے، مگر انسان نے اُسے اٹھالیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے''۔

نیابت کے تقاضے پورے کرنے کے حوالے سے چند ربانی ہدایات

1۔ تلاوتِ آیات، تعلیمِ کتاب وحکمت کے ذریعے نفوس کا تزکیہ کر کے ہی نیابت کا حق ادا کرنا ممکن ہوگا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آلِ عمران: 164)

''درحقیقت اہلِ ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اُٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے''۔

2۔ خشیتِ الٰہی کے حصول اور اتباعِ ھویٰ سے اجتناب کر کے ہی کامیابی ہوگی:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى O فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (النازعات: 40،41)

''اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بُری خواہشات سے باز رکھا تھا، پھر یقیناً جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔

3۔ اقامت صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ اور اعتصام باللہ کے ساتھ جہاد کا حق ادا کرنا ہوگا:

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (الحج: 78)

''اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اُس نے تمہیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیمؑ کی ملت پر۔ اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام ''مسلم'' رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔ پس نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ وہ ہے تمہارا مولیٰ، بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار ہے''۔

4۔کامیابی کے لیے ایمان ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے مراحل سے گزرنا ہوگا:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (التوبہ:20)

’’اللہ کے ہاں تو اُنہی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اُس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جان و مال سے جہاد کیا وہی کامیاب ہیں‘‘۔

5۔جان و مال کی آزمائش اور یہود و مشرکین کی اذیتوں کا سامنا ہوگا،اس کے لیے صبر استقامت اور تقویٰ جیسی عظیم صفات ضروری ہوں گی:

لَتُبْلَوُنَّ فِىْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (آلِ عمران: 186)

’’مسلمانو! تمہیں مال اور جان دونوں کی آزمائشیں پیش آکر رہیں گی، اور تم اہلِ کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر ان سب حالات میں تم صبر اور خدا ترسی کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے‘‘۔

6۔دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ، رسول اور جہاد فی سبیل اللہ کو محبوب رکھنا ہوگا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (التوبہ:24)

’’اے نبی ﷺ، کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں، اور تمہارے عزیز و اقارب، اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہارے وہ کاروبار، جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے، اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا‘‘۔

7۔ختمِ نبوت کے بعد قیامِ عدل اب امت کی ذمہ داری ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید:25)

’’ہم نے اپنے رُسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں‘‘۔

8۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ بھی امت کی ذمہ داری ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آلِ عمران: 104)

”تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے“۔

9۔ نبی ﷺ کے بعد فریضہ شہادت علی الناس کی ذمہ داری امت کا فرض ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ:143)

”اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک ’امتِ وسط‘ بنایا ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو“۔

10۔ نبی ﷺ کے بعد فریضہ اقامتِ دین امت کی ذمہ داری ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (التوبہ:33)

”وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اسے پوری جنسِ دین پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو“۔

اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (الشوریٰ:13)

”قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ“۔

مندرجہ بالا ہدایات، تعلیمات اور احکامات پر کما حقہٗ عمل اسی وقت ممکن ہے جب نبی ﷺ کو رول ماڈل بنایا جائے گا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: 21)

”درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں ایک بہترین نمونہ ہے“۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آلِ عمران: 31)

”اے نبی ﷺ! لوگوں سے کہہ دو کہ ”اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو ، تو میری پیروی اختیار کرو ، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔“

مندرجہ ذیل سے مکمل اجتناب کرنا ہوگا

1۔ اتباعِ ھویٰ (خواہشات کی پیروی) سے مطلق منع کیا گیا ہے:

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى (النساء:135) ”لہٰذا اپنی خواہشِ نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو“۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (الکھف:28)

”کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریقِ کار افراط و تفریط پر مبنی ہے“۔

2۔ اپنے کھلے دشمن (شیطان) کی چالوں سے بچنا ہوگا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (البقرہ:208)

”اے ایمان لانے والو! تم پورے کے پورے اسلام میں آ جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے“۔

3۔ دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا۔ ایک مقررہ وقت تک اس کی چیزوں سے فائدہ اٹھانا لیکن اپنی حیثیت نہیں بھولنا:

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (البقرہ:36)

”تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہیں ایک خاص وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور وہیں گزر بسر کرنا ہے۔“

4۔ دنیا پرستی اور زر پرستی سے بچنے کے لیے مال اور اولاد کو آزمائش سمجھ کر زندگی گزارنا ہوگی:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (الانفال: 28)

”اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں سامانِ آزمائش ہیں۔ اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لئے بہت کچھ ہے“۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنافقون:9)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ، تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں۔ جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں“۔

5۔ سرکشی اور دنیا پرستی کا انجام جہنم ہوگا:

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى O وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا O فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِىَ الْمَاْوٰى (النازعات: 37تا39)

”تو جس نے سرکشی کی تھی اور (آخرت کے بالمقابل) اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی، دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہوگی“۔

انسان کی حقیقت

اور اس کا مقام و مرتبہ

انسان کی حقیقت اور اس کا مقام و مرتبہ

انسانی حقیقت کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے:

انسان کی پیدائش:

فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ O خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ O يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ (الطارق: 5تا7)

’’پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے ! (غور کرے) وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ وہ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے، جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ (ریڑھ اور پسلیوں کے بیچ سے)‘‘۔

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ O وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ (یٰسین: 77،78)

’’کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا؟ اب وہ ہم پر مثالیں چسپاں کرتا ہے، اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے‘‘؟۔

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنسَانِ مِن طِينٍ O ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ O ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ (السجدہ: 7تا9)

’’اُس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء گارے سے کی، پھر اُس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح کا ہے۔ پھر اس کو نِک سُک (نوک پلک) سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی‘‘۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا (الحج: 5)

’’لوگو! اگر تمہیں زندگی بعد موت کے بارے میں کچھ شک ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے ، پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے ، پھر گوشت کی بوٹی سے جو شکل والی بھی ہوتی ہے اور بے شکل بھی (یہ ہم اس لیے بتا رہے ہیں) تا کہ تم پر حقیقت واضح کریں۔ ہم جس (نطفے) کو چاہتے ہیں ایک وقتِ خاص تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں (پھر تمہیں پرورش کرتے ہیں) تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔ اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تا کہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے‘‘۔

یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِیۡمِ ۝ الَّذِیۡ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ
۝ فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ (الانفطار: 6تا8)

"اے انسان ! کس چیز نے تجھے اپنے اس ربِّ کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا، جس نے تجھے پیدا کیا (خَلَق) ، پھر تیرے نوک پلک، سنوارے (سوّیٰ) تجھے متناسب (بالکل موزوں کیا) بنایا، (عدل) اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا؟"۔

وَاللّٰهُ اَخۡرَجَكُمۡ مِّنۡۢ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ شَیۡـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمۡعَ
وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ (النحل: 78)

"اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔اس نے تمہیں کان دیے ، آنکھیں دیں ، اور سوچنے والے دل دیے ، اس لیے کہ تم شکر گزار بنو"۔

اَفَرَءَیۡتُمُ الۡمَآءَ الَّذِیۡ تَشۡرَبُوۡنَ ۝ ءَاَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡهُ مِنَ الۡمُزۡنِ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ
۝ لَوۡ نَشَآءُ جَعَلۡنٰهُ اُجَاجًا فَلَوۡلَا تَشۡكُرُوۡنَ ۝ اَفَرَءَیۡتُمُ النَّارَ الَّتِیۡ تُوۡرُوۡنَ ۝ ءَ
اَنۡتُمۡ اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَهَاۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِـُٔوۡنَ ۝ نَحۡنُ جَعَلۡنٰهَا تَذۡكِرَةً وَّمَتَاعًا
لِّلۡمُقۡوِیۡنَ ۝ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِیۡمِ ع (الواقعہ: 68تا74)

"کبھی تم نے آنکھیں کھول کر دیکھا ، یہ پانی جو تم پیتے ہو۔اسے تم نے بادل سے برسایا ہے یا اس کے برسانے والے ہم ہیں؟۔ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری بنا کر رکھ دیں ، پھر کیوں تم شکر گزار نہیں ہوتے؟۔کبھی تم نے خیال کیا ، یہ آگ جو تم سلگاتے ہو اس کا درخت تم نے پیدا کیا ہے، یا اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟۔ہم نے اُس کو یاددہانی کا ذریعہ اور حاجت مندوں کے لیے سامانِ زیست بنایا ہے۔پس اے نبی ﷺ ، اپنے ربِّ عظیم کے نام کی تسبیح کرو"!

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الۡبَحۡرِ ضَلَّ مَنۡ تَدۡعُوۡنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمۡ اِلَی
الۡبَرِّ اَعۡرَضۡتُمۡ ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ كَفُوۡرًا ۝ اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِكُمۡ جَانِبَ
الۡبَرِّ اَوۡ یُرۡسِلَ عَلَیۡكُمۡ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَكُمۡ وَكِیۡلًا ۙ ۝ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ اَنۡ
یُّعِیۡدَكُمۡ فِیۡهِ تَارَةً اُخۡرٰی فَیُرۡسِلَ عَلَیۡكُمۡ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیۡحِ فَیُغۡرِقَكُمۡ بِمَا
كَفَرۡتُمۡ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَكُمۡ عَلَیۡنَا بِهٖ تَبِیۡعًا (بنی اسرائیل: 67تا69)

"جب سمندر میں تم پر مصیبت آتی ہے تو اُس ایک کے سوا دوسرے جن جن کو تم پکارا کرتے ہو وہ سب گم ہو جاتے ہیں، مگر

جب وہ تم کو بچا کر خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو تم اس سے منہ موڑ جاتے ہو۔انسان واقعی بڑا ناشکرا ہے۔اچھا، تو کیا تم اس بات سے بالکل بے خوف ہو کہ اللہ کبھی خشکی پر، ہی تم کو زمین میں دھنسا دے، (تمہارے سمیت زمین کو دھنسا دے) یا تم پر پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے اور تم اس سے بچانے والا کوئی حمایتی (وکیل) نہ پاؤ؟ اور کیا تمہیں اس کا اندیشہ نہیں کہ اللہ پھر کسی وقت سمندر میں تم کو لے جائے (تم کو دوبارہ اس میں لوٹائے) اور تمہاری ناشکری کے بدلے تم پر سخت طوفانی ہوا بھیج کر تمہیں غرق کر دے اور تم کو ایسا کوئی نہ ملے جو اس سے تمہارے اس انجام کی پوچھ گچھ کر سکے؟۔(اور تم کوئی پیچھا کرنے والا اپنے لیے نہ پاؤ)''۔

ان آیات میں انسان کے غرور و تکبر کو جوڑا گیا ہے۔اسے اس طرف توجہ دلائی گئی ہے۔کہ ذرا اپنی حقیقت تو دیکھ۔ایک نجس اور حقیر پانی کا قطرہ جو رحم مادر میں مختلف قسم کی نجاستوں سے پرورش پا کر گوشت کا ایک لوتھڑا بنتا ہے۔خدا چاہے تو تو اس لوتھڑے میں جان ہی ڈالے۔اور یونہی غیر مکمل حالت میں خارج ہو جائے۔خدا اپنی قدرت سے اس لوتھڑے میں جان ڈالتا ہے۔اس میں حواس پیدا کرتا ہے جو ان آلات اور قوتوں سے اس کو مسلح کرتا ہے جن کی انسان کو دنیوی زندگی میں ضرورت ہوتی ہے۔اس طرح تو دنیا میں آتا ہے۔مگر تیری ابتدائی حالت یہ ہوتی کہ ایک بے بس بچہ ہوتا ہے۔جس میں اپنی کوئی حاجت پوری کرنے کی قدرت نہیں ہوتی۔خدا ہی نے اپنی قدرت سے ایسا سامان کیا ہے کہ تیری پرورش ہوتی ہے، تو بڑھتا ہے، جوان ہوتا ہے، طاقت ور اور قادر ہوتا ہے۔قوتوں میں انحطاط شروع ہوتا ہے۔تو جوانی سے بڑھاپے کی طرف جاتا ہے۔یہاں تک کہ ایک وقت یہاں تک کہ ایک وقت میں تجھ پر پھر وہی بے بسی کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔جو بچپن میں تھی۔تیرے حواس جواب دے دیتے ہیں۔تیری قوتیں ضعیف ہو جاتی ہیں۔تیرا علم نسیاً منسیا ہو جاتا ہے۔اور آخر کار تیری شمع حیات بجھ جاتی ہے۔مال، اولاد، عزیز، دوست، اقارب سب کو چھوڑ کر قبر میں جا پہنچتا ہے۔اس مختصر عرصہ حیات میں تو ایک لمحہ کے لیے بھی اپنے آپ کو زندہ رکھنے پر قادر نہیں ہے۔تجھ سے بالاتر ایک قوت ہے جو تجھ کو زندہ رکھتی ہے۔اور جب چاہتی ہے تجھ کو دنیا چھوڑنے پر مجبور کر دیتی ہے۔پھر جتنی مدت تو زندہ رہتا ہے۔قوانین قدرت سے جکڑا رہتا ہے یہ ہوا، پانی، یہ روشنی، یہ حرارت، یہ زمین کی پیداوار، یہ قدرتی ساز و سامان، جن پر تیری زندگی کا انحصار ہے، ان میں سے کوئی تیرے بس میں نہیں، نہ تو اس کو پیدا کرتا ہے۔نہ یہ تیرے احکام کے تابع ہیں۔یہی چیزیں جب تیرے خلاف آمادہ پیکار ہو جاتی ہیں تو تو اپنے آپ کو ان کے مقابلے میں بے بس پاتا ہے۔ایک ہوا کا جھکڑ تیری بستیوں کو تہ و بالا کر دیتا ہے۔ایک پانی کا طوفان تجھے غرقاب کر دیتا ہے۔ایک زلزلے کا جھٹکا تجھے پیوند خاک کر

دیتا ہے۔تو خواہ کتنے ہی آلات سے مسلح ہو، اپنے علم سے (خود بھی تیرا اپنا پیدا کیا ہوا نہیں ہے) کیسی ہی تدبیریں ایجاد کرلے، قدرت کی طاقتوں کے سامنے یہ سب دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔اس بل بوتے پر اکڑتا ہے۔ پھولا نہیں سماتا، کسی طاقت وخاطر میں نہیں لاتا، فرعونیت اور نمرودیت کا دم بھرتا ہے۔، جبار وقہار بنتا ہے، ظالم و سرکش بنتا ہے۔خدا کے مقابلے میں بغاوت کرتا ہے۔خدا کے بندوں کا معبود بنتا ہے۔اور خدا کی زمین میں فساد پھیلاتا ہے۔

کائنات میں انسان کے مقام ومرتبہ کے حوالے سے ارشاد ربانی ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزت بخشی اوراس کو بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًاؑ (بنی اسرائیل:70)

"یہ تو ہماری عنایت ہے کہ بنی آدم کو بزرگی (عزت) دی اور انہیں خشکی وتری میں سواریاں عطا کیں اوران کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اوراپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت (فضیلت) بخشی"۔

زمین کی ہر چیز کوانسان کے لیے مسخر کر دیا:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ (الحج:65)

"کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اُس نے وہ سب کچھ تمہارے لیے مسخر کر رکھا ہے جو زمین میں ہے"۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ
بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا
اَلْوَانُهٗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا
مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ
فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ
تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ
۝ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا
تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النحل:5تا18)

''اس نے جانور پیدا کیے جن میں تمہارے لیے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی ، اور طرح طرح کے دوسرے فائدے بھی۔ان میں تمہارے لیے جمال ہے جب کہ صبح تم انہیں چرنے کے لیے بھیجتے ہو اور جبکہ شام انہیں واپس لاتے ہو۔وہ تمہارے لیے بوجھ ڈھو کر ایسے ایسے مقامات تک لے جاتے ہیں جہاں تم سخت جانفشانی کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے۔اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے تا کہ تم ان پر سوار ہو اور وہ تمہاری زندگی کی رونق بنیں۔وہ اور بہت سی چیزیں (تمہارے فائدے کے لیے) پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم تک نہیں ہے۔اور اللہ ہی کے ذمہ ہے سیدھا راستہ بتانا جب کہ راستے ٹیڑھے بھی موجود ہیں۔اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔وہی ہے جس نے آسمان سے تمہارے لیے پانی برسایا جس سے تم خود بھی سیراب ہوتے ہو اور تمہارے جانوروں کے لیے بھی چارہ پیدا ہوتا ہے۔وہ اس پانی کے ذریعہ سے کھیتیاں اُگاتا ہے اور زیتون ، اور کھجور اور انگور اور طرح طرح کے دوسرے پھل پیدا کرتا ہے۔اس میں ایک بڑی نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں۔اس نے تمہاری بھلائی کے لیے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے اور سب تارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔اِس میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔اور یہ جو بہت سی رنگ برنگ کی چیزیں اس نے تمہارے لیے زمین میں پیدا کر رکھی ہیں ، ان میں بھی ضرور نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو سبق حاصل کرنے والے ہیں۔وہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر رکھا ہے تا کہ تم اس سے تر و تازہ گوشت لے کر کھاؤ اور اس سے زینت کی وہ چیزیں نکالو جنہیں تم پہنا کرتے ہو۔تم دیکھتے ہو کہ کشتی سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی چلتی ہے۔یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو۔اس نے زمین میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تا کہ زمین تم کو لے کر ڈھلک نہ جائے۔اس نے دریا جاری کیے اور قدرتی راستے بنائے، تا کہ تم ہدایت پاؤ۔اس نے زمین میں راستہ بتانے والی علامتیں رکھ دیں، اور تاروں سے بھی لوگ ہدایت پاتے ہیں۔پھر کیا

وہ جو پیدا کرتا ہے اور وہ جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے ، دونوں یکساں ہیں؟ کیا تم ہوش میں نہیں آتے ؟ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے، حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی درگزر کرنے والا اور رحیم ہے"۔

ان آیات میں انسان کو یہ بتایا گیا ہے کہ زمین میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب تیری خدمت اور فائدے کے لیے مسخر کی گئی ہیں، اور آسمان کی بھی بہت ساری چیزوں کا یہی حال ہے۔ یہ درخت، دریا، سمندر، پہاڑ، جانور، رات اور دن، تاریکی اور روشنی، چاند، تارے غرض سب چیزیں تیری خادم ہیں، تیری منفعت کے لیے ہیں، اور تیرے لیے ان کو کارآمد بنایا گیا ہے۔ تو ان سب پر فضیلت رکھتا ہے۔ تجھ کو ان سب سے زیادہ عزت دی گئی ہے، تجھ کو ان کا مخدوم بنایا گیا ہے، پھر کیا تو اپنے ان خادموں کے سامنے سر جھکاتا ہے، ان کو اپنا حاجت روا سمجھتا ہے؟۔

اس طرح تو اپنے آپ کو ذلیل کرتا ہے، اپنا مرتبہ آپ گراتا ہے، خادموں کا خادم اور غلاموں کا غلام خود بنتا ہے۔

انسان خدا کا نائب ہے

اس سے معلوم ہوا کہ انسان نہ اتنا عالی مرتبہ ہے جتنا وہ بزعم خود اپنے آپ کو سمجھتا ہے اور نہ اتنا پست و ذلیل ہے جتنا اس نے خود اپنے آپ کو بنالیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس دنیا میں انسان کا صحیح مرتبہ کیا ہے؟ اس کا جواب قرآن یہ دیتا ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ
يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ
مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ
اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ
بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا
كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ
وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا
حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا
فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ (البقرہ: 30تا36)

"پھر ذرا اُس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ "میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں"۔ انہوں نے عرض کیا: "کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں، جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خوں ریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں"۔ فرمایا: "میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں

جانتے۔اس کے بعد اللہ نے آدمؑ کو ساری چیزوں کے نام سکھائے، پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا" اگر تمہارا خیال صحیح ہے(کہ کسی خلیفہ کے تقرر سے اِنتظام بگڑ جائے گا) تو ذرا اِن چیزوں کے نام بتاؤ۔اُنہوں نے عرض کیا"نقص سے پاک تو آپ ہی کی ذات ہے،ہم تو بس اُتنا ہی علم رکھتے ہیں، جتنا آپ نے ہم کو دے دیا ہے۔ حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں۔ پھر اللہ نے آدمؑ سے کہا:" تم انہیں اِن چیزوں کے نام بتاؤ"۔ جب اس نے ان کو ان سب کے نام بتا دیے، تو اللہ نے فرمایا:" میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی وہ ساری حقیقتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں، جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، وہ بھی مجھے معلوم ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو، اسے بھی میں جانتا ہوں۔ پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کے آگے جھک جاؤ، تو سب جھک گئے مگر ابلیس نے انکار کیا وہ اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا اور نافرمانوں میں شامل ہو گیا، اور پھر ہم نے آدم سے کہا کہ" تم اور تمہاری بیوی، دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ، مگر اِس درخت کا رُخ نہ کرنا، ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے۔ آخر کار شیطان نے ان دونوں کو اُس درخت کی ترغیب دے کر ہمارے حکم کی پیروی سے ہٹا دیا اور اُنہیں اُس حالت سے نکلوا کر چھوڑا جس میں وہ تھے"۔

وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ اِنِّىۡ خَالِق" ۢ بَشَرًا مِّنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِيۡنَ ۝ فَسَجَدَ الۡمَلٰٓـئِكَةُ كُلُّهُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ ۝ اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ اَبٰۤى اَنۡ يَّكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِيۡنَ ۝ قَالَ يٰۤاِبۡلِيۡسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِيۡنَ ۝ قَالَ لَمۡ اَكُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ۝ قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِيۡم" ۝ وَّاِنَّ عَلَيۡكَ اللَّعۡنَةَ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ (الحجر:28تا35)

"پھر یاد کرو اُس موقع کو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ" میں سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔ جب میں اُسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی رُوح سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ ربّ نے پوچھا "اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ نہ دیا؟ اس نے کہا" میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اس بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے پیدا کیا ہے۔ ربّ نے فرمایا" اچھا تو نکل جا یہاں سے کیونکہ تو مردود ہے، اور اب روزِ جزا تک تجھ پر لعنت ہے"۔

اس مضمون کو مختلف طریقوں سے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے، اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اللہ نے زمین پر اپنا نائب بنایا، اس کو فرشتوں سے بڑھ کر علم دیا، اس کے علم کو فرشتوں کی تسبیح و تقدیس پر ترجیح دی، فرشتوں کو حکم دیا کہ

میرے اس نائب کو سجدہ کرو، فرشتوں نے اس کو سجدہ کرلیا، اور اس طرح ملکوتیت اس کے آگے جھک گئی، مگر۔۔۔ابلیس نے انکار کیا اور اس طرح شیطانی قوتیں انسان کے آگے نہ جھکیں۔ حقیقت میں تو وہ ایک حقیر مٹی کا پتہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں جو روح پھونکی تھی اور اس کو جو علم بخشا تھا اس نے اس کو نیابتِ خداوندی کا اہل بنا دیا۔ فرشتوں نے اس کی فضیلت کو تسلیم کرلیا اور اس کے آگے جھک گئے لیکن۔۔۔شیطان نے اس کو تسلیم نہ کیا۔ اس جرم میں شیطان پر لعنت بھیجی گئی، مگر اس نے قیامت تک کے لیے مہلت مانگ لی کہ انسان کو بہکانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ شیطان نے انسان کو بہکایا، جنت سے نکلوا دیا، اور اس وقت سے انسان اور شیطان میں کشمکش برپا ہے۔ خدا نے انسان سے کہہ دیا کہ جو ہدایت میں تمہیں بھیجوں اس کو مانے گا تو جنت میں جائے گا اور اپنے ازلی دشمن شیطان کا حکم مانے گا تو دوزخ تیرا ٹھکانہ ہوگا۔ ارشادِ ربانی ہے:

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَاهُمْ یَحْزَنُوْنَ۝
وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ؛38،39)

”پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے، تو جو لوگ میری اُس ہدایت کی پیروی کریں گے، اُن کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا۔ اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے، وہ آگ میں جانے والے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے“۔

منصبِ نیابت اور اس کی تشریح

مندرجہ بالا مباحث سے چند امور معلوم ہوتے ہیں:

1۔ انسان کی حیثیت اس دنیا میں خدا کے خلیفہ کی ہے۔ خلیفہ نائب کو کہتے ہیں اور نائب کا کام یہ ہے کہ جس کا وہ نائب ہے اس کی اطاعت کرے۔

2۔ انسان نہ تو اس کے سوا کسی کی اطاعت کرسکتا ہے کہ کرے تو باغی سمجھا جائے گا، اور نہ اس کا مجاز ہے کہ اپنے آقا کی رعیّت اس کے نوکروں اور خادموں اور غلاموں کو خود اپنے رعیّت، اپنا نوکر، اپنا خادم یا اپنا غلام بنالے۔ ایسا کرے گا تب بھی باغی قرار دیا جائے گا، اور دونوں حالتوں میں سزا کا مستحق ہوگا۔

3۔ انسان اپنے آقا کی املاک میں تصرف کرسکتا ہے، ان کو استعمال کرسکتا ہے، اس کی رعیّت پر حکومت کرسکتا ہے، اس سے خدمت لے سکتا ہے، ان کی نگرانی کرسکتا ہے۔ مگر۔۔۔اس حیثیت سے نہیں کہ وہ خود آقا ہے، اور نہ اس حیثیت سے کہ اس آقا کے سوا کسی اور کا ماتحت ہے۔ بلکہ صرف اس حیثیت سے کہ اپنے آقا کا نائب ہے اور جتنی چیزیں اس کے زیر حکم ہیں ان پر اپنے آقا کا امین ہے۔

4۔ وہ اپنے آقا کے مستحق انعام اس وقت ہوسکتا ہے جب اپنے آقا کی امانت میں خیانت نہ کرے، اس کی ہدایت پر عمل کرے،

اس کے احکام سے سرتابی نہ کرے۔اس کی املاک ،اس کی رعیت ،اس کے نوکروں اوراس کے غلاموں پر حکومت کرنے ،ان سے خدمت لینے،ان میں تصرف کرنے میں اس کے بنائے ہوئے قوانین پر کار بند ہو۔

5۔ اگر وہ مندرجہ بالا احکام کو بجانہ لائے تو نائب نہیں بلکہ باغی ہوگا ، پسندیدہ نہیں مردود ہوگا ، مستحق انعام نہیں ، مستوجب سزا ہو گا۔ (البقرہ:38،39)

نائب کی حیثیت:

نائب خود مختار نہیں ہوتا کہ اپنی مرضی سے جو چاہے کرے ، اپنے آقا کے مال اوراس کی رعیت میں جیسا چاہے تصرف کرے ، اوراس سے کوئی پوچھنے والا نہ ہو۔ بلکہ وہ اپنے آقا کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے ، اس کو پائی پائی کا حساب دینا ہوتا ہے ، اس کا آقا اس کی ہر حرکت کے متعلق سوال کرسکتا ہے اوراس کی امانت ، اس کے مال اوراس کی رعیت میں اس نے جس طرح تصرف کیا ہے۔اس کے لیے اس کو ذمہ دار قرار دے کر سزا اور جزا دے سکتا ہے۔

نائب کے فرائض:

نائب کا اولین فرض یہ ہے کہ جس کا وہ نائب ہے اس کی فرمانروائی ، اس کی حکومت اوراس کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرے۔اگر ایسا نہ کرے گا تو اپنے نائب ہونے کی حیثیت کو سمجھ سکے گا ، نہ اپنے امین ہونے کے منصب کا کوئی صحیح تصور اس کے ذہن میں پیدا ہوگا ، نہ اپنے ذمہ دار اور جواب دہ ہونے کا احساس کرسکے گا اور نہ ہی اس امانت میں جو اس کے سپرد کی گئی ہے ، اپنی ذمہ داریاں اوراپنے فرائض صحیح طور پر ادا کرنے کے قابل ہوگا۔

منصبِ خلافت کا تقاضا:

انسان اپنی اصل کے اعتبار سے ایک حقیر مخلوق ہے ، مگر اس کو جو عزت حاصل ہوئی ہے وہ اس روح کی بناء پر ہے جو اس میں پھونکی گئی ہے ، اوراس نیابت الہی (خلافت) کی بناء پر ہے جو اسے اس زمین میں عطا کی گئی ہے۔اب اس عزت کی حفاظت منحصر ہے اس پر کہ وہ شیطان کی پیروی کرکے اپنے روح کو پراگندہ نہ کردے اوراپنے آپ کو نیابت کے درجے سے گرا کر بغاوت کے مرتبے میں نہ لے جائے ، کیونکہ اس حالت میں وہ پھر وہی ایک حقیر ہستی رہ جائے گا۔

خلافت ، ملکوتی طاقتیں اور شیطانی طاقتیں:

ملکوتی طاقتیں انسان کے نائبِ خدا ہونے کو تسلیم کرچکی ہیں اور وہ اس کے آگے بحیثیتِ نائبِ خدا ہونے کے جھکی ہوئی ہیں۔ مگر شیطانی طاقتیں اس کی نیابت کو تسلیم نہیں کرتیں اور وہ اسے اپنے تابع بنانا چاہتی ہیں۔انسان اگر دنیا میں نیابتِ الٰہی کا حق ادا کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر چلے گا تو ملکوتی طاقتیں اس کا ساتھ دیں گیں ، ملائکہ کی فوجیں اس کے لیے اتریں گیں۔

وہ عالمِ ملکوت کو کبھی اپنے سے منحرف نہ پائے گا۔ان طاقتوں کی مدد سے وہ شیطان اور اس کے لشکروں کو مغلوب کر دے گا۔ لیکن۔۔۔اگر وہ نیابت کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا اور خدا کی ہدایت پر نہ چلے گا تو ملکوتی طاقتیں اس کا ساتھ چھوڑ دیں گیں، کیونکہ۔۔۔اس طرح وہ خود اپنے منصبِ نیابت سے دستبردار ہو چکا ہوگا۔اور جب اس کا ساتھ دینے والی کوئی طاقت نہ رہے گی اور وہ محض مٹی کا ایک پتلا رہ جائے گا تو شیطانی قوتیں اس پر غالب آ جائیں گیں۔پھر شیطان اور اس کے لشکر ہی اس کے حمایتی اور مددگار رہوں گے، وہ انہیں کے احکام کی پیروی کرے گا، اور انہی کا سا انجام اس کا بھی ہوگا۔

نوع انسانی کا کوئی مخصوص فرد یا مخصوص گروہ نائب خدا نہیں ہے۔ بلکہ پوری نوع انسانی نیابت الٰہی کے منصب پر سرفراز کی گئی ہے۔اور ہر انسان خلیفہ ہونے کی حیثیت سے دوسرے انسان کے برابر ہے۔اس لیے نہ کسی انسان کو انسان کے آگے جھکنا چاہیے اور نہ کسی کو یہ حق ہے کہ اپنے آگے جھکنے کا دوسرے انسان سے مطالبہ کرے۔ایک انسان دوسرے انسان سے صرف اس چیز کا مطالبہ کرسکتا ہے۔کہ وہ آقا کے حکم اور اس کی ہدایت کی پیروی کرے۔اس معاملے میں پیروی کرنے والا آمر ہوگا اور پیروی نہ کرنے والا مامور، کیونکہ جو نیابت کا حق ادا کرتا ہے وہ حق نیابت ادا نہ کرنے والے سے افضل ہے۔مگر فضیلت کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود اس کا آقا ہے۔

نیابت اور امانت کا منصب ہر انسان کو شخصاً شخصاً حاصل ہے۔اس میں کوئی مشترک ذمہ داری نہیں ہے۔اس لیے ہر شخص اپنی اپنی جگہ اس منصب کی ذمہ داریوں کے بارے میں جوابدہ ہے۔نہ ایک دوسرے پر عمل کی جواب دہی عائد ہوتی ہے نہ ایک کو دوسرے کے عمل کا فائدہ ہوسکتا ہے۔نہ کوئی کسی کو ذمہ داریوں سے سبکدوش کرسکتا ہے، اور نہ کسی کی غلط روی کا وبال دوسرے پر پڑ سکتا ہے۔انسان جب تک زمین میں ہے۔اور جب تک مٹی کے پتلے (جسد انسانی) اور خدا کی پھونکی ہوئی روح میں تعلق باقی ہے اس وقت تک وہ خدا کا نائب ہے۔یہ تعلق منقطع ہوتے ہی وہ خلافت ارضی کے منصب سے الگ ہو جاتا ہے۔اس کے زمانہ نیابت کے افعال واعمال کی جانچ پڑتال ہونی چاہیے۔اس پر غالب ہونے کی حیثیت سے جو ذمہ داریاں عائد کی گئی تھیں۔ان کی تحقیقات ہونی چاہیے کہ اس نے ان کو کس طرح انجام دیا۔اگر اس نے غبن، خیانت، نافرمانی، بغاوت اور نافرض شناسی کی ہے۔ تو اس کو سزا ملنی چاہیے۔اور اگر ایمان داری، فرض، شناسی، اطاعت کوشی سے کام کیا ہے تو اس کا انعام بھی ملنا ضروری ہے۔

منصبِ نیابت کی تشریح کے حوالے سے دنیا اور انسان کے باہمی تعلق کے مختلف پہلو

انسان اللہ تعالیٰ کا نائب ہے نہ کہ مالک:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الانعام: 165)

”وہی ہے جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنایا، اور تم میں سے بعض کو بعض کے مقابلہ میں زیادہ بلند درجے دیے، تا کہ جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک تمہارا ربّ سزا دینے میں بھی بہت تیز ہے اور بہت درگزر کرنے اور رحم فرمانے والا بھی ہے“۔

قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (الاعراف: 129)

”اس نے جواب دیا“ قریب ہے وہ وقت کہ تمہارا ربّ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو زمین میں خلیفہ بنائے، پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔“

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ (ص: 26)

”(ہم نے اُس سے کہا) ”اے داؤدؑ ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہٰذا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور خواہشِ نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً اُن کے لیے سخت سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے“۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ (التین:8) ”کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟“۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (الانعام: 57) ”فیصلہ کا سارا اختیار اللہ کو ہے“۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آلِ عمران: 26)

’’کہو، خدایا ، ملک کے مالک، تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے۔ بھلائی تیرے اختیار میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے‘‘۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ (الاعراف: 3)

’’لوگو! جو کچھ تمہارے ربّ کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اُس کی پیروی کرو اور اپنے ربّ کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو‘‘۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام: 162)

’’کہو، میری نماز، میرے تمام مراسم عبوریت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے‘‘۔

یہ آیات بتاتی ہیں کہ دنیا میں جتنی چیزیں انسان کے زیر تصرف اور زیر حکم ہیں حتیٰ کہ خود اس کا نفس بھی اس کی مِلک نہیں ہے۔ اصل مالک، حاکم اور فرمانروا اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ان چیزوں میں مالکانہ تصرف کرے اور من مانے طریقوں سے ان کو استعمال کرے، اس کی حیثیت دنیا میں صرف نائب کی ہے اور اس کے اختیار کی حد بس اتنی ہے کہ خدا کی ہدایت پر چلے اور اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ان چیزوں میں تصرف کرے۔ اس حد سے تجاوز کر کے اپنے نفس کی پیروی کرنا، یا فرمانرائے حقیقی کے سوا کسی اور فرمانروا کی پیروی کرنا بغاوت اور گمراہی ہی ہے۔

دنیا میں کامیابی کی اولین شرط

اس حوالے سے ارشادِ ربانی ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَکَفَرُوْا بِاللّٰهِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (العنکبوت:52)

’’جو لوگ باطل کو مانتے ہیں اور اللہ سے کفر کرتے ہیں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔‘‘

وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ کَافِر" فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (البقرہ: 217)

’’(اور یہ خوب سمجھ لو کہ) تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا اور کفر کی حالت میں جان دے گا، اس کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے‘‘۔

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (المائدہ: 5)

’’اور جو کسی نے ایمان کی روش پر چلنے سے انکار کیا تو اس کا سارا کارنامۂ زندگی ضائع ہو جائے گا اور وہ آخرت میں دیوالیہ ہو گا‘‘۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نائبِ خدا ہونے کی حیثیت سے دنیاوی زندگی میں انسان کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ جس کا وہ نائب ہے اس کی فرمانروائی تسلیم کرے۔ اور دنیا میں جو کچھ کرے یہ سمجھ کر کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کا نائب اور اس کا امین ہوں۔ اس حیثیت کو تسلیم کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں وہ جس قدر تصرف کرے گا وہ محض باغیانہ تصرہو گا۔

دنیا برتنے کے لیے ہے

ارشادِ ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (البقرہ: 168،169)

”لوگو! زمین میں جو حلال اور پاک چیزیں ہیں، انہیں کھاؤ اور شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر نہ چلو۔ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، تمہیں بدی اور فحش کا حکم دیتا ہے اور یہ سکھاتا ہے کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے کہ وہ اللہ نے فرمائی ہیں“۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (المائدہ: 168،169)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ، جو پاک چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں حرام نہ کرلو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔ جو کچھ حلال وطیب رزق اللہ نے تم کو دیا ہے اُسے کھاؤ پیو اور اُس خدا کی نافرمانی سے بچتے رہو جس پر تم ایمان لاتے ہو“۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (الاعراف: 32)

”اے نبی ﷺ ، اِن سے کہو کس نے اللہ کی اُس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا“۔

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف: 157)

”وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے ، بدی سے روکتا ہے ، ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے ، اور ان پر سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے“۔

لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ (البقرہ:198)

''اور اگر حج کے ساتھ ساتھ تم اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے جاؤ، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں''۔

وَرَهۡبَانِيَّةَ ابۡتَدَعُوۡهَا مَا كَتَبۡنٰهَا عَلَيۡهِمۡ اِلَّا ابۡتِغَآءَ رِضۡوَانِ اللّٰهِ (الحدید:27)

''اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کرلی، ہم نے اُسے ان پر فرض نہیں کیا تھا ، مگر اللہ کی خوشنودی کی طلب میں انہوں نے آپ ہی یہ بدعت نکالی''۔

ثُمَّ قَفَّيۡنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمۡ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيۡنَا بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ وَجَعَلۡنَا فِىۡ قُلُوۡبِ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ رَاۡفَةً وَّرَحۡمَةً وَرَهۡبَانِيَّةَ ۨابۡتَدَعُوۡهَا مَا كَتَبۡنٰهَا عَلَيۡهِمۡ اِلَّا ابۡتِغَآءَ رِضۡوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوۡهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاٰتَيۡنَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡهُمۡ اَجۡرَهُمۡ وَكَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ (الاعراف:179)

''اُن کے بعد ہم نے پے در پے اپنے رسول بھیجے ، اور اُن سب کے بعد عیسیٰؑ ابن مریم کو مبعوث کیا اور اُس کو انجیل عطا کی، اور جن لوگوں نے اُس کی پیروی اختیار کی اُن کے دلوں میں ہم نے ترس اور رحم ڈال دیا۔اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کرلی، ہم نے اُسے ان پر فرض نہیں کیا تھا ، مگر اللہ کی خوشنودی کی طلب میں انہوں نے آپ ہی یہ بدعت نکالی اور پھر اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا اسے ادا نہ کیا۔اُن میں سے جو لوگ ایمان لائے ہوئے تھے اُن کا اجر ہم نے ان کو عطا کیا ، مگر ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں''۔

یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ انسان کا کام دنیا کو چھوڑ دینا نہیں ہے، نہ دنیا کوئی ایسی چیز ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے، اس سے دور بھاگا جائے، اس کے کاروبار، اس کے معاملات، اس کی نعمتوں اور لذتوں اور زینتوں کو اپنے اوپر حرام کرلیا جائے، یہ دنیا انسان ہی کے لیے بنائی گئی ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ اس کو برتے اور خوب برتے۔مگر۔۔۔۔ برے اور بھلے، پاک اور ناپاک کا مناسب اور نامناسب کے فرق کو ملحوظ رکھ کر برتے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو آنکھیں دی ہیں، اس لیے کہ وہ ان سے دیکھے۔کان دیے ہیں کہ ان سے سنے، عقل دی ہے کہ اس سے کام لے۔اگر وہ اپنے حواس، اپنے اعضاء اور اپنے قوائے ذہنی کو استعمال نہ کرے، یا استعمال کرے مگر غلط طریقے سے تو اس میں اور جانور میں کوئی فرق نہیں۔

دنیاوی زندگی کا انجام

ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (لقمان: 33)

''فی الواقع اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس یہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ اور نہ دھوکہ باز تم کو اللہ کے معاملے میں دھوکا دینے پائے''۔

وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (ھود: 116)

''ورنہ ظالم لوگ تو انہی مزوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انہیں فراوانی کے ساتھ دیے گئے تھے اور وہ مجرم بن کر رہے''۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ○ الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا (الکہف: 46،46)

اور اے نبی ﷺ ! انہیں حیاتِ دنیا کی حقیقت اس مثال سے سمجھاؤ کہ آج ہم نے آسمان سے پانی برسا دیا تو زمین کی پود خوب گھنی ہوگئی، اور کل وہی نباتات بھس بن کر رہ گئی، جسے ہوائیں اڑائے لیے پھرتی ہیں۔ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ مال اور یہ اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش (زینت) ہے۔ اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں اور اُنہی سے اچھی امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں''۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنافقون: 9)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ، تمہارے مال اور تمہاری اولادیں تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں۔ جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں''۔

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا (سباء: 37)

''یہ تمہاری دولت اور تمہاری اولاد نہیں ہے جو تمہیں ہم سے قریب کرتی ہو۔ ہاں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے''۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ

كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا (الحدید:20)

’’خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اِس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہوگئی تو اسے پیدا ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشت کار خوش ہوگئے۔پھر وہی کھیتی پک جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہوگئی۔پھر وہ بھس بن کر رہ جاتی ہے‘‘۔

اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ O وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ (الشعراء:128،129)

’’یہ تمہارا کیا حال ہے کہ ہر اُونچے مقام پر لاحاصل ایک یادگار عمارت بنا ڈالتے ہو۔اور بڑے بڑے قصر تعمیر کرتے ہو گویا تمہیں ہمیشہ رہنا ہے‘‘۔

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ O فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ O وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ O وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ (الشعراء:146تا149)

’’کیا تم اُن سب چیزوں کے درمیان، جو یہاں ہیں ، بس یوں ہی اطمینان سے رہنے دیے جاؤ گے؟اِن باغوں اور چشموں میں؟اِن کھیتوں اور نخلستانوں میں جن کے خوشے رس بھرے ہیں؟تم پہاڑ کھود کھود کر فخر یہ اُن میں عمارتیں بناتے ہو‘‘۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (النساء:78)

’’رہی موت،تو جہاں بھی تم ہو وہ بہرحال تمہیں آکر رہے گی،خواہ تم کیسی ہی مضبوط عمارتوں میں ہو‘‘۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (العنکبوت:57)

’’ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے ، پھر تم سب ہماری طرف پلٹا کر لائے جاؤ گے‘‘۔

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (المومنون:115)

’’کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تم کو بے نتیجہ پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف واپس نہ لائے جاؤ گے‘‘۔

پہلے بتایا گیا تھا کہ دنیا تمہارے لیے بنائی گئی ہے اور تم اس کو خوب اچھی طرح برتو۔اب معاملہ کا دوسرا رخ پیش کی جاتا ہے،اور یہ بتایا گیا ہے کہ تم دنیا کے لیے نہیں ہو،نہ اس لیے بنائے گئے ہو کہ یہ دنیا تمہیں برتے اور تم اسی میں اپنے آپ کو گم کردو۔دنیا کی زندگی سے دھوکہ کھا کر کبھی یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ ہمیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔خوب یاد رکھو یہ مال، یہ دولت، یہ شان وشوکت کے سامان، سب ناپائیدار ہیں۔سب کچھ دیر کا بھلاوا ہے۔سب کا انجام موت ہے اور تمہاری طرح یہ سب خاک میں مل جانے

والے ہیں۔اس ناپائیدار عالم میں سے اگر کوئی چیز باقی رہنے والی ہے تو وہ صرف نیکی ہے، دل اور روح کی نیکی، عمل اور فعل کی نیکی ہے۔

اعمال کی ذمہ داری اور جوابدہی

ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّ السَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ (طٰہٰ:15)

''فیصلے گھڑی جس کو ہم چھپانے کا ارادہ رکھتے ہیں آنے والی ہے تا کہ ہر نفس کو اس کی سعی کے مطابق بدلہ ملے''۔

هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ (النمل:90)

''کیا تم لوگ اس کے سوا کوئی اور جزا پا سکتے ہو کہ جیسا کرو ویسا بھرو؟''۔

وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ○ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ○ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ○ وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنتَهَىٰ (النجم 39تا42)

''اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اُس نے سعی کی ہے ، اور یہ کہ اُس کی سعی عنقریب دیکھی جائے گی ، پھر اُس کی پوری جزا اُسے دی جائے گی، اور یہ کہ آخر کار پہنچنا تیرے ربّ ہی کے پاس ہے''۔

وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا (بنی اسرائیل:72)

''اور جو اس دنیا میں اندھا بن کر رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا بلکہ راستہ پانے میں اندھے سے بھی زیادہ ناکام''۔

وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (البقرہ:110)

''تم اپنی عاقبت کے لیے جو بھلائی کما کر آگے بھیجو گے، اللہ کے ہاں اسے موجود پاؤ گے۔ جو کچھ تم کرتے ہو، وہ سب اللہ کی نظر میں ہے''۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (البقرہ:281)

''اس دن کی رسوائی و مصیبت سے بچو، جبکہ تم اللہ کی طرف واپس ہوگے، وہاں ہر شخص کو اس کی کمائی ہوئی نیکی یا بدی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر ظلم ہرگز نہ ہوگا''۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ (آلِ عمران: 30)

"وہ دن آنے والا ہے جب ہر نفس اپنے کیے کا پھل حاضر پائے گا، خواہ اُس نے بھلائی کی ہو یا بُرائی"۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ (الاعراف: 8،9)

"اور وزن اس روز عین حق ہوگا۔ جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پانے والے ہوں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے کیونکہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتے رہے تھے"۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ O وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (الزلزال: 7،8)

"پھر جس نے ذرّہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا، اور جس نے ذرّہ برابر بھی بدی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا"۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى (آل عمران: 195)

"جواب میں ان کے رب نے فرمایا: "میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں ، خواہ مرد ہو یا عورت"۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ O وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا (المنافقون: 10،11)

"جو رزق ہم نے تمھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے اور اُس وقت وہ کہے کہ "اے میرے ربّ ، کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا" حالانکہ جب کسی کی مہلت عمل پوری ہونے کا وقت آجاتا ہے تو اللہ کسی شخص کو ہرگز مزید مہلت نہیں دیتا، اور جو کچھ تم کرتے ہو"۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ O وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ O فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (السجدہ: 12 تا 14)

"کاش تم دیکھو وہ وقت جب یہ مجرم سر جھکائے اپنے ربّ کے حضور کھڑے ہوں گے (اُس وقت یہ کہہ رہے ہوں گے) "اے ہمارے ربّ ، ہم نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا ، اب ہمیں واپس بھیج دے تا کہ ہم نیک عمل کریں ، ہمیں اب یقین

آ گیا ہے۔(جواب میں ارشاد ہوگا) ”اگر ہم چاہتے تو پہلے ہی ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے۔مگر میری وہ بات پوری ہوگئی جو میں نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں ، سب سے بھر دوں گا، پس اب چکھو مزہ اپنی اس حرکت کا کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو فراموش کر دیا ہم نے بھی اب تمہیں فراموش کر دیا ہے۔ چکھو ہمیشگی کے عذاب کا مزہ اپنے کرتوتوں کی پاداش میں۔“

ان آیات میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ دنیا دارالعمل ہے۔سعی اور کوشش کی جگہ ہے۔اور آخرت کی زندگی دارالجزاء ہے۔نیکی اور بدی کے پھل اور اعمال کے بدلے کا گھر ہے۔انسان کو موت کی گھڑی تک دنیا میں عمل کرنے کی مہلت ملی ہوئی ہے۔اس کے بعد اسے پھر عمل کی مہلت ہر گز نہ ملے گی، لہٰذا اس عرصہ حیات میں جو کچھ سعی کرنی چاہیے کہ میرا ہر کام، میری ہر حرکت، میری ہر برائی اور بھلائی اپنا ایک اثر رکھتی ہے، ایک وزن رکھتی ہے، اور اس ثمر اور وزن کے مطابق مجھے بعد کی زندگی میں اچھا یا برا نتیجہ ملنے والا ہے۔ مجھے جو کچھ ملے گا وہ میری یہاں کی کوشش اور میرے یہاں کے عمل کا بدلہ ہے۔نہ میری کوئی نیکی ضائع ہوگی اور نہ کوئی بدی سزا سے بچے گی۔

انفرادی زندگی

اعمال کی ذمہ داری اور جوابدہی کے احساس کو مزید تقویت دینے کے لیے یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ ہر شخص خود اپنے فعل کا ذمہ دار ہے۔نہ کوئی دوسرا اس کی ذمہ داری میں شریک ہے، اور نہ کوئی کسی کو اس کے نتائج عمل سے بچا سکتا ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا ٱهْتَدَيْتُمْ ۚ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (المائدة105)

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنی فکر کرو کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہِ راست پر ہو ، اللہ کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو“۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (الانعام: 164)

”ہر شخص جو کچھ کماتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے، کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھاتا“۔

لَن تَنفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلَآ أَوْلَـٰدُكُمْ ۚ يَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (الممتحنة3)

”قیامت کے دن نہ تمہاری رشتہ داریاں کسی کام آئیں گی نہ تمہاری اولاد۔اُس روز اللہ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا ، اور وہی تمہارے اعمال کا دیکھنے والا ہے“۔

اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ وَاِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا (بنی اسرائیل:7)

”دیکھو!تم نے بھلائی کی تو وہ تمہارے اپنے ہی لیے بھلائی تھی،اور برائی کی تو وہ تمہاری اپنی ذات کے لیے برائی ثابت ہوئی“۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى وَاِنۡ تَدۡعُ مُثۡقَلَةٌ اِلٰى حِمۡلِهَا لَا يُحۡمَلۡ مِنۡهُ شَىۡءٌ وَّلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى (فاطر: 18)

”کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔اور اگر کوئی لدا ہوا نفس اپنا بوجھ اُٹھانے کے لیے پکارے گا تو اس کے بار کا ایک ادنیٰ حصہ بھی بٹانے کے لیے کوئی نہ آئے گا چاہے وہ قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو“۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ وَاخۡشَوۡا يَوۡمًا لَّا يَجۡزِىۡ وَالِدٌ عَنۡ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوۡلُوۡدٌ هُوَ جَازٍ عَنۡ وَّالِدِهٖ شَيۡـًٔا (لقمان: 33)

”لوگو! بچو اپنے ربّ کے غضب سے اور ڈرو اس دن سے جب کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی اپنے باپ کی طرف سے کچھ بدلہ دینے والا ہوگا“۔

مَنۡ كَفَرَ فَعَلَيۡهِ كُفۡرُهٗ ۚ وَمَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنۡفُسِهِمۡ يَمۡهَدُوۡنَ (الروم:44)

”جس نے کُفر کیا ہے اس کے کُفر کا وبال اسی پر ہے اور جن لوگوں نے نیک عمل کیا ہے ، وہ اپنے ہی لیے (فلاح کا راستہ) صاف کر رہے ہیں“۔

یہاں ہر انسان پر فرداً فرداً اس کے تمام اچھے اور برے اعمال کی کامل ذمہ داری کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔نہ یہ امید باقی رہنے دی گئی ہے کہ کوئی ہماری غلطیوں اور کاتاہیوں کا کفارہ ادا کرے گا،نہ اس موقع کے لیے کوئی گنجائش چھوڑی گئی ہے کہ کسی کے تعلق اور کسی کے واسطے سے ہم اپنے جرائم کی پاداش سے بچ جائیں گے،اور نہ اس خطرہ کا کوئی موقع باقی رکھا گیا ہے کہ کسی کا جرم ہمارے حسنِ عمل پر اثر انداز ہوگا،یا خدا کے سوا کسی کی خوشی کو ہمارے اعمال کی مقبولیت اور نامقبولیت میں کوئی دخل ہے۔جس طرح آگ میں ہاتھ ڈالنے والے کو جلنے سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی ،اور شہد کھانے والے کو شیرینی کے احساس سے کوئی شے نہیں روک سکتی ،نہ جلنے کی مضرت میں کوئی شخص اس کا شریک و سہیم ہوسکتا ہے۔اور نہ شیرینی کی لذت سے کوئی دوسرا اس کو محروم کرسکتا ہے،اسی طرح بدکاری کے نتیجہ بد اور نیکوکاری کے انجام نیک میں بھی ہر شخص بجائے خود منفرد ہے۔لہٰذا دنیا کو برتنے میں ہر شخص کو اپنی پوری ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے اور دنیا و مافیہا سے قطع نظر کر کے یہ سمجھتے ہوئے زندگی بسر کرنی چاہیے کہ اپنے ہر عمل کا ذمہ دار میں خود ہوں،برائی کا وبال بھی تنہا میرے اوپر ہے،اور بھلائی کا فائدہ بھی اکیلا میں اٹھانے والا ہوں۔

بنیادی اور انتہائی اہم بارہ (12) سوالات

جن کے صحیح جوابات صرف قرآن مجید سے ہی مل سکتے ہیں

Twelve (12) basic , fundamental and extremely important Questions whose right answers can only be found in Holy Quran

الفوز اکیڈمی

Street# 15, Police Foundation, E-11/4, Islamabad

Fax: 051-2222457 , 2222418

Who can Rightly Answer Following Questions

Who is Creater and Owner of the Universe?	کائنات کا خالق و مالک کون ہے؟	1
Who is Manager and Regulator of the Universe?	کائنات کا مدبر اور منتظم کون ہے؟	2
What are Attributes of the Creator?	خالق کائنات کی صفات کیا ہیں؟	3
What are Likings and Dislikings of the Creator?	خالق کی پسند اور ناپسند کیا ہے؟	4
What is the Purpose of Creation of this Universe?	تخلیق کائنات کا مقصد کیا ہے؟	5
What will be the Ultimate end of this Universe?	کائنات کا انجام کیا ہوگا؟	6
What is the Relationship of Man with the Universe?	انسان کا کائنات سے کیا تعلق ہے؟	7
What is the Status of Mankind in the Universe?	کائنات میں انسان کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟	8
What is the Purpose of Creation of man?	انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟	9
Arrangment of Guidance for the mankind	انسان کی ہدایت کا انتظام واہتمام	10
Are we Accountable or not?	کیا ہم مسئول ہیں یا غیر مسئول؟	11
Success and Failure depends upon what?	انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار کس پر ہے ؟	12

1- Who is Creater and Owner of the universe?

کائنات کا خالق و مالک کون ہے؟

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى O الَّذِىْ خَلَقَ فَسَوّٰى O وَالَّذِىْ قَدَّرَ فَهَدٰى (الاعلیٰ: 1تا3)

”(اے نبی ﷺ) اپنے ربِّ برتر کے نام کی تسبیح کیجیے۔! جس نے پیدا کیا (خَلَقَ) اور پھر نوک پلک سنوارے۔ (سوّیٰ) جس نے تقدیر بنائی (قدّرَ) پھر راہ دکھائی۔(ھدیٰ)“۔

خَلَقَ فَسَوّٰى: انسان کے وجود کے اندر جس قدر تناسب، موزونیت اور حسن و جمال ہے وہ اس بات کی صریح نشانی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ جیسی برتر اور عظیم ہستی نے پیدا کیا ہے۔

زمین سے آسمان تک کائنات کی ہر چیز کو پیدا کیا، اور جو چیز بھی پیدا کی اسے بالکل راست اور درست بنایا، اس کا توازن اور تناسب ٹھیک ٹھیک قائم کیا، اس کو ایسی صورت پر پیدا کیا کہ اس جیسی چیز کے لیے اس سے بہتر صورت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ یہی بات ہے جو سورہ سجدہ میں یوں فرمائی گئی ہے کہ: اَلَّذِىْ اَحْسَنَ كُلَّ شَىْءٍ خَلَقَهٗ (آیت:7)

وَالَّذِىْ قَدَّرَ: ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے یہ طے کر دیا کہ:

- ☆ اسے دنیا میں کیا کام کرنا ہے
- ☆ اس کام کے لیے اس کی مقدار کیا ہو
- ☆ اس کی شکل کیا ہو
- ☆ اس کی صفات کیا ہوں
- ☆ اس کا مقام کس جگہ ہو
- ☆ اس کے لیے بقاء اور قیام اور فعل کے لیے کیا مواقع اور ذرائع فراہم کیے جائیں
- ☆ کس وقت وہ وجود میں آئے
- ☆ کب تک اپنے حصے کا کام کرے اور کب کس طرح ختم ہو جائے۔

اس پوری اسکیم کا مجموعی نام اس کی ”تقدیر“ ہے، اور یہ تقدیر اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کے لیے اور مجموعی طور پر پوری کائنات کے لیے بنائی ہے۔

فَهَدٰى: محض خالق ہی نہیں ہے، ھادی بھی ہے۔ اس نے یہ ذمہ لیا ہے کہ جو چیز جس حیثیت میں اس نے پیدا کی ہے اس کو ویسی ہی ہدایت دے جس کے وہ لائق ہے اور اسی طریقہ سے ہدایت دے جو اس کے لیے موزوں ہے۔

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّةِ اَیَّامٍ (الحدید:4)

''وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا''۔

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا (البقرہ:29)

''وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں''۔

دیگر آیات: (التوبہ:73)، (ابراہیم:19)، (الفرقان:2) وغیرہ۔

2- Who is Manager and Regulator of the universe?

کائنات کا مدبر اور منتظم کون ہے؟

قُلۡ مَنۡ یَّرۡزُقُکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ اَمَّنۡ یَّمۡلِكُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَمَنۡ یُّخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَیُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ وَمَنۡ یُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ اللّٰهُ فَقُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ (یونس:31)

''اِن سے پوچھو، کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یہ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جان دار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اِس نظمِ عالم کی تدبیر کر رہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔ کہو، پھر تم (حقیقت کے خلاف چلنے سے) پرہیز نہیں کرتے؟''۔

یعنی جب رزق دینے والا اللہ ہی ہے، سماعت و بصارت کی قوتیں بھی اللہ ہی کی دین ہیں، زندگی اور موت کے کرشمے دکھانا بھی اسی کا کام ہے اور کائنات کا انتظام بھی وہی کر رہا ہے۔ اور مشرکینِ مکہ اسی کے قائل تھے۔ تو پھر اس کے علاوہ کسی کو معبود ماننے کے لیے بنیاد ہی کیا ہے۔ اور اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے ہوئے تم ڈرتے نہیں کہ وہ اس کی تمہیں سخت سزا دے گا۔

یہ بھی اللہ ہی کا کرشمۂ قدرت ہے کہ وہ زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ انسان اس کا مشاہدہ رات دن کرتا ہے نباتات میں اس کی مثال گٹھلی سے ہرا بھرا درخت اور درخت سے گٹھلی، حیوانات میں انڈے سے پرندہ اور پرندہ سے انڈا اسی طرح مادہ سے انسان اور انسان سے مادہ۔ اس سلسلہ کی ایک واضح مثال زندہ عورت کے شکم سے مردہ بچہ کی ولادت بھی ہے۔

یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الۡاَرۡضِ (السجدہ:5)

''وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے''۔

اَللّٰهُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ وَّکِیۡلٌ (الزمر:62)

''اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے''۔

3 - What are Attributes of the Creator?

خالق کائنات کی صفات کیا ہیں؟

زمین وآسمان کی ہر چیز سے لے کر دلوں کے چھپے رازوں سے باخبر:

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (التغابن :4)

''زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا اُسے علم ہے۔ جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو سب اس کو معلوم ہے، اور وہ دلوں کا حال تک جانتا ہے''۔

یعنی وہ انسان کے صرف ان اعمال سے ہی واقف نہیں ہے جو لوگوں کے علم میں آجاتے ہیں بلکہ ان اعمال کو بھی جانتا ہے جو سب سے مخفی رہ جاتے ہیں۔ مزید برآں وہ محض اعمال کی ظاہری شکل ہی کو نہیں دیکھتا بلکہ یہ بھی جانتا ہے کہ انسان کے ہر عمل کے پیچھے کیا ارادہ اور کیا مقصد کارفرما تھا اور جو کچھ اس نے کیا کس نیت سے کیا اور کیا سمجھتے ہوئے کیا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر انسان غور کرے تو اسے اندازہ ہو سکتا ہے کہ انصاف صرف آخرت ہی میں ہو سکتا ہے اور صرف خدا ہی کی عدالت میں صحیح انصاف ہونا ممکن ہے۔

کائنات کا مالک اور قادرِ مطلق:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (المائدہ: 120)

''زمین اور آسمانوں اور تمام موجودات کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔

بادشاہ بھی ایسا جو ہر نقص اور عیب سے پاک:

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ (الحشر: 23) ''بادشاہ ہے نہایت مقدس سراسر سلامتی امن دینے والا''۔

قدرت واختیار کی انتہاء:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (الانعام: 17)

''اگر اللہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان سے بچا سکے، اور اگر وہ تمہیں کسی بھلائی سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

یعنی دکھ سکھ پہنچانا سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے کسی اور کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ دکھ دور کرسکتا ہے اور سکھ عطا کر سکتا ہے یہ ایک ایسی بات ہے جس کا واقعۃً کوئی وجود نہیں۔ ''مشکل کشا، غوث اور بگڑی کے بنانے والے'' یہ سب کھوکھلے القاب ہیں جو لوگوں نے غیر اللہ کے لیے تجویز کرر کھے ہیں۔ حقیقت کا ان سے دور کا بھی تعلق نہیں۔

پوری کائنات کا رازق، زبردست قوت والا:

إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (الذاریات: 58)

''اللہ تو خود ہی رزّاق ہے ، بڑی قوت والا اور زبردست''۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (الروم: 40)

''اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ، پھر تمہیں رزق دیا ، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا''۔

4 - What are Likings and Dislikings of the Creator?

خالق کی پسند اور ناپسند کیا ہے؟

إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم 96)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے پیدا کردے گا رحمٰن (دلوں میں) محبت''۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (الاحزاب: 71)

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی''۔

اللہ تعالیٰ کن لوگوں سے محبت کرتا ہے

- إحسان ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (البقرة:195)
- انصاف ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ (المائدة: 42)
- توکّل ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ (آل عمران: 159)
- صبر ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (آل عمران: 146)
- پاکیزگی ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ﴾ (التوبة:108)
- پرہیزگاری ﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ (التوبة:4)
- ایمان ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (آل عمران: 68)
- جہاد فی سبیل اللہ ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ﴾ (الصف: 4)

اللہ تعالیٰ کن لوگوں سے محبت نہیں کرتا

خیانت	﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ﴾	(المائدة: 58)
اِترانا	﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ﴾	(القصص:76)
فساد	﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ﴾	(القصص:77)
اِسراف	﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾	(الانعام: 141)
تکبّر	﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ﴾	(النحل:23)
حد سے تجاوز	﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾	(البقرة:190)
پندار ، مغرور اور بڑائی پر فخر	﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا﴾	(النساء:36)
خیانت اور معصیت	﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا﴾	(النساء:107)
ناشکری اور بدعملی	﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ﴾	(البقرة:276)
خیانت اور کفران	﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ﴾	(الحج:38)
ظلم	﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾	(الشوریٰ:40)

5 - What is the Purpose of Creation of this Universe?

تخلیقِ کائنات کا مقصد کیا ہے؟

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (الجاثیہ:22)

”اللہ نے تو آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اِس لیے کیا ہے کہ ہر متنفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے۔ لوگوں پر ظلم ہرگز نہ کیا جائے گا“۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کی تخلیق کھیل کے طور پر نہیں کی ہے بلکہ یہ ایک بامقصد حکیمانہ نظام ہے۔ اس نظام میں یہ بات بالکل ناقابلِ تصور ہے کہ اللہ کے دیے ہوئے اختیارات اور ذرائع و وسائل کو صحیح طریقے سے استعمال کر کے جن لوگوں نے اچھا کارنامہ انجام دیا، اور انہیں غلط طریقے سے استعمال کر کے جن دوسرے لوگوں نے ظلم و فساد برپا کیا ہو، یہ دونوں قسم کے انسان آخر کار مر کر مٹی ہو جائیں اور اس موت کے بعد کوئی دوسری زندگی نہ ہو جس میں انصاف کے مطابق ان کے اچھے اور برے اعمال کا کوئی اچھا یا برا نتیجہ نکلے۔ اگر ایسا ہو تو یہ کائنات ایک کھلنڈرے کا کھلونا ہوگی نہ کہ ایک حکیم کا بنایا ہوا بامقصد نظام۔

اس سیاق وسباق کا اس فقرے کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر نیک انسانوں کو ان کی نیکی کا اجر نہ ملے اور ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا نہ دی جائے، اور مظلوموں کی کبھی دادرسی نہ ہو تو یہ ظلم ہوگا۔ خدا کی خدائی میں ایسا ظلم ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح خدا کے ہاں ظلم کی یہ دوسری صورت بھی کبھی رونما نہیں ہوسکتی کہ کسی نیک انسان کو اس کے استحقاق سے کم اجر دیا جائے، یا کسی بدانسان کو اس کے استحقاق سے زیادہ سزا دی جائے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ (النحل:3)، (العنکبوت:44)، (الزمر:5)

''اس نے آسمان وزمین کو برحق پیدا کیا ہے''۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَصَوَّرَكُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَكُمۡ وَاِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ (التغابن:3)

''اُس نے زمین اور آسمانوں کو برحق پیدا کیا ہے، اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی عمدہ بنائی ہے، اور اُسی کی طرف آخر کار تمہیں پلٹنا ہے۔(اور اُسی کی طرف لوٹنا ہوگا)''۔

6 - What will be the Ultimate end of this Universe?

کائنات کا انجام کیا ہوگا؟

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَىۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَهٗ لَهُ الۡحُكۡمُ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ع (القصص:88)

''ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس ذات کے۔ فرمانروائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو''۔

یعنی اللہ کے سوا کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اپنے وجود کو برقرار رکھنے والی ہو بلکہ اللہ جس چیز کو جب تک برقرار رکھنا چاہتا ہے وہ باقی رہتی ہے ورنہ ختم ہوجاتی ہے۔

بالفاظ دیگر مخلوق کی خصوصیت ہی ہلاک اور ختم ہوجانا ہے جب کہ خالق کی صفت ہمیشہ باقی رہنا ہے۔ لہٰذا اللہ ہی واجب الوجود (لازماً وجود رکھنے والا) ہے اور جب اسی کی ذات ہمیشہ رہنے والی ہے تو وہی تنہا خدا ہے اور وہی اکیلا معبود۔ دوسروں کی کوئی چیز بھی جب واجب الوجود نہیں ہے تو خدا کیسے ہوئی اور معبود کیسے قرار پائی؟

یہاں خاص طور سے اشارہ جزا اور سزا کے فیصلہ کی طرف ہے کہ قیامت کے دن اللہ ہی اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔ یعنی تم سب اللہ ہی کے حضور حاضر کیے جاؤ گے۔

كَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَكُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡيَاكُمۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ (البقرہ:28)

''تم اللہ کے ساتھ کفر کا رویہ کیسے اختیار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اس نے تم کو زندگی عطا کی، پھر وہی تمہاری جان سلب کرے گا، پھر وہی تمہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا، پھر اسی کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے''۔

إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ (مریم 40)

''بے شک ہم وارث ہوں گے زمین کے اور جو کچھ اس پر ہے، اور وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے''۔

7 - What is the Relationship of Man with the Universe?

انسان کا کائنات سے کیا تعلق ہے؟

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً (لقمان: 20)

''کیا تم لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمہارے لیے مسخر کر رکھی ہیں اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر تمام کردی ہیں؟''۔

کسی چیز کو کسی کے لیے مسخر کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ چیز اس کے تابع کردی جائے اور اسے اختیار دے دیا جائے کہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے اور جس طرح چاہے اسے استعمال کرے۔ دوسری یہ کہ اس چیز کو کیسے ضابطہ کا پابند کردیا جائے جس کی بدولت وہ اس شخص کے لیے نافع ہو جائے اور اس کے مفاد کی خدمت کرتی رہے۔ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے ایک ہی معنی میں مسخر نہیں کردیا ہے بلکہ بعض چیزیں پہلے معنی میں مسخر کی ہیں اور بعض دوسرے معنی میں مثلاً ہوا، پانی، مٹی، آگ، نباتات، معدنیات، مویشی وغیرہ بے شمار چیزیں پہلے معنی میں ہمارے لیے مسخر ہیں اور چاند سورج وغیرہ دوسرے معنی میں۔

کھلی نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو آدمی کو کسی نہ کسی طرح محسوس ہوتی ہیں یا جو اس کے علم میں ہیں۔ اور چھپی ہوئی نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جنہیں آدمی نہ جانتا ہے نہ محسوس کرتا ہے بے حد و حساب چیزیں ہیں جو انسان کے اپنے جسم میں اور اس کے باہر دنیا میں اس کے مفاد کے لیے کام کر رہی ہیں مگر انسان کو ان کا پتہ تک نہیں ہے کہ اس کے خالق نے اس کی حفاظت کے لیے اس کی رزق رسانی کے لیے اس کی نشو و نما کے لیے اور اس کی فلاح کے لیے کیا کیا سر و سامان فراہم کر رکھا ہے سائنس کے مختلف شعبوں میں انسان تحقیق کے جتنے قدم آگے بڑھاتا جا رہا ہے اس کے سامنے خدا کی بہت سی وہ نعمتیں بے نقاب ہوتی جا رہی ہیں جو پہلے اس سے بالکل مخفی تھیں اور آج تک جن نعمتوں سے پردہ اٹھا ہے وہ ان نعمتوں کے مقابلے میں درحقیقت

کسی شمار میں بھی نہیں ہیں جن پر سے اب تک پردہ نہیں اٹھا ہے۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا (البقرہ:29)

''وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں''۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ:13)

''اس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا''۔

8 - What is the Status of Mankind in the Universe?

کائنات میں انسان کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟

اپنی طرف سے روح پھونکی اور قوتِ سماعت، قوتِ بصارت اور فہم و ادراک جیسی قوتوں سے نوازا:

ثُمَّ سَوّٰهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (السجدہ:9)

''پھر اس کو نِک سُک (نوک پلک) سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی ، اور تم کو کان دیے، آنکھیں دیں اور دل دیے تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو''۔

یعنی ایک انتہائی باریک خوردبینی وجود سے بڑھا کر اسے پوری انسانی شکل تک پہنچایا اور اس کا جسم سارے اعضاء جوارح کے ساتھ مکمل کر دیا۔

روح سے مراد محض وہ زندگی نہیں ہے جس کی بدولت ایک ذی حیات جسم کی مشین متحرک ہوتی ہے، بلکہ اس سے مراد وہ خاص جوہر ہے جو فکر و شعور اور عقل و تمیز اور فیصلہ و اختیار کا حامل ہوتا ہے، جس کی بدولت انسان تمام دوسری مخلوقات ارضی سے ممتاز ایک صاحب شخصیت ہستی، صاحب انا ہستی، اور حامل خلافت ہستی بنتا ہے۔ اس روح کو اللہ تعالیٰ نے اپنی روح یا تو اس معنی میں فرمایا ہے کہ وہ اسی کی ملک ہے اور اس کی ذات پاک کی طرف سے اس کا انتساب اسی طرح کا ہے جس طرح ایک چیز اپنے مالک کی طرح منسوب ہو کر اس کی چیز کہلاتی ہے۔ یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر علم، فکر، شعور، ارادہ، فیصلہ، اختیار اور ایسے ہی دوسرے جو اوصاف پیدا ہوئے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے پرتو ہے۔ ان کے سرچشمہ مادے کی کوئی ترتیب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ کے علم سے اس کو علم ملا، اللہ کے حکم سے اس کو دانائی ملی ہے، اللہ کے اختیار سے اس کو اختیار ملا ہے یہ اوصاف کسی بے علم، بے دانش، اور بے اختیار، ماخذ سے انسان کے اندر نہیں آئے ہیں۔

یعنی یہ عظیم القدر انسانی روح اتنے بلند پایہ اوصاف کے ساتھ تم کو اس لیے تو عطا نہیں کی گئی تھی کہ تم دنیا میں جانوروں کی طرح رہو اور اپنے لیے بس وہی زندگی کا نقشہ بنالو جو کوئی حیوان بنا سکتا ہے۔ یہ آنکھیں تمہیں چشم بصیرت سے دیکھنے کے لیے دی گئی تھیں نہ کہ اندھے بن کے رہنے کے لیے۔ یہ کان تمہیں گوش ہوش سے سننے کے لیے دیے گئے تھے نہ کہ بہرے بن کر رہنے کے لیے یہ دل تمہیں اس لیے دیے گئے تھے کہ حقیقت کو سمجھو اور صحیح راہ فکر عمل اختیار کرو نہ اس لیے کہ اپنی ساری صلاحیتیں صرف اپنی حیوانیت کی پرورش کے وسائل فراہم کرنے میں صرف کر دو اور اس سے کچھ اونچے اٹھو تو اپنے خالق سے بغاوت کے فلسفے اور پروگرام بنانے لگو۔

فرشتوں سے سجدہ کرایا:

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (الحجر:29)

”جب میں اُسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی رُوح سے کچھ پھونک دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔“

زمین پر اپنا خلیفہ (نائب) بنایا:

اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرہ:30) ”میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔“

بے حد وحساب نعمتیں عطا فرمائیں:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ابراھیم 34) ”اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے“۔

بہترین ساخت پر پیدا فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِىْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (التین:4) ”ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا“۔

9 - What is the Purpose of Creation of man?

انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے؟

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات: 56)

”میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری ہی بندگی (یعنی نہ صرف پرستش و بندگی بلکہ غلامی واطاعت بھی) کریں“۔

عبادت کا لفظ اس آیت میں محض نماز روزے اور اسی نوعیت کی دوسری عبادات کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا ہے کہ کوئی شخص اس کا مطلب یہ لے کہ جن اور انسان صرف نماز پڑھنے اور روزے رکھنے اور تسبیح و تحلیل کرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ یہ

مفہوم بھی اگر چہ اس میں شامل ہے، مگر یہ اس کا پورا مفہوم نہیں ہے۔ اس کا پورا مفہوم یہ ہے کہ جن اور انسان اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش، اطاعت، فرمابرداری اور نیازمندی کے لیے پیدا نہیں کیے گئے ہیں۔ ان کا کام کسی اور کے سامنے جھکنا، کسی اور کے احکام بجالانا، کسی اور سے تقویٰ کرنا، کسی اور کے بنائے ہوئے دین کی پیروی کرنا، کسی اور کو اپنی قسمتوں کو بنانے اور بگاڑنے والا سمجھنا، اور کسی دوسری ہستی کے آگے ہاتھ پھیلانا نہیں ہے۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملك: 2)

''موت اور زندگی کو اِیجاد کیا تا کہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے''۔

یعنی دنیا میں انسانوں کے مرنے اور جینے کا یہ سلسلہ اس نے اس لیے شروع کیا ہے کہ ان کا امتحان لے اور یہ دیکھے کہ کس انسان کا عمل زیادہ بہتر ہے۔ اس مختصر سے فقرے میں مندرجہ ذیل حقیقتوں کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے:

1۔ موت اور حیات اسی کی طرف سی ہے، کوئی دوسرا نہ زندگی بخشنے والا ہے نہ موت دینے والا۔

2۔ انسان جیسی ایک مخلوق۔ جسے نیکی اور بدی کرنے کی قدرت عطا کی گئی ہے، اس کی نہ زندگی بے مقصد ہے نہ موت۔ خالق نے اسے یہاں امتحان کے لیے پیدا کیا ہے، زندگی اس کے کیے امتحان کی مہلت ہے اور موت کے معنی یہ ہیں کہ اس کا امتحان کا وقت ختم ہو گیا۔

3۔ اسی امتحان کی غرض سے خالق نے ہر ایک کو عمل کا موقع دیا ہے تا کہ وہ دنیا میں کام کر کے اپنی اچھائی یا برائی کا اظہار کر سکے اور عملاً یہ دکھاوے کہ وہ کیسا انسان ہے۔

4۔ خالق ہی دراصل اس بات کا فیصلہ کرنے والا ہے کہ کس کا اعمال اچھا ہے اور کس کا برا، اعمال کی اچھائی اور برائی کا معیار تجویز کرنا امتحان دینے والوں کا کام نہیں بلکہ امتحان لینے والا کا کام ہے۔ لہٰذا جو بھی امتحان میں کامیاب ہونا چاہے اسے یہ معلوم کرنا ہو گا کہ ممتحن کے نزدیک حسن عمل کیا ہے۔

5۔ خود امتحان کے مفہوم میں پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ جس شخص کا جیسا عمل ہو گا اس کے مطابق اس کو جزا دی جائے گی۔ کیوں کہ اگر جزا نہ ہو تو سرے سے امتحان لینے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ (الانبياء: 35)

''اور ہر چیز کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی سے آزمائش میں مبتلاء کریں گے اور تم ہماری طرف ہی لوٹ کر آؤ گے''۔

یعنی راحت اور رنج، مفلسی اور امیری۔ غلبہ اور مغلوبی، قوت اور ضعف، صحت اور بیماری، غرض تمام مختلف حالات میں تم لوگوں کی آزمائش کی جا رہی ہے، تا کہ دیکھیں تم اچھے حالات میں متکبر، ظالم، خدا فراموش، بندہ نفس تو نہیں بن جاتے، برے حالات میں کم ہمتی کے ساتھ پست اور ذلیل طریقے اور ناجائز راستے تو اختیار نہیں کرنے لگتے۔ لہٰذا کسی صاحب عقل آدمی کو

ان مختلف حالات کو سمجھنے میں غلطی نہیں کرنی چاہیے۔ جو حالات بھی اسے پیش آئیں، اس کی امتحانی اور آزمائشی پہلو کو نگاہ میں رکھنا چاہیے اور اس سے بخیریت گزرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ صرف ایک احمق اور کم ظرف آدمی کا کام ہے کہ جب اچھے حالات آئیں تو فرعون بن جائے، اور جب برے حالات پیش آجائیں تو زمین پر ناک رگڑنے لگے۔

10 - Arrangment of Guidance for the mankind

انسان کی ہدایت کا انتظام واہتمام

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ O وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ:38۔39)

”پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے، تو جو لوگ میری اُس ہدایت کی پیروی کریں گے، اُن کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا۔“ اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے، وہ آگ میں جانے والے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے“۔

آدمؑ کی لغزش سے انسانی فطرت کی کمزوری ظاہر ہوگئی جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان اللہ کی ہدایت کا محتاج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس ہدایت کے لیے نبوت ورسالت کا ذریعہ بنایا ہے۔ وہ ہر شخص کو براہِ راست ہدایت نہیں بھیجتا بلکہ انبیاء اور رسولوں کو منتخب کر کے ان پر اپنی وحی نازل کرتا ہے اور یہ انبیاء اور رسول عام انسانوں تک اس کا پیغام پہنچاتے ہیں۔

انسان کو دنیا میں بھیج کر اللہ تعالیٰ اس کا امتحان لینا چاہتا ہے کہ کون اس کی ہدایت کو قبول کر کے زمین میں اس کے دیے ہوئے اختیارات کو اس کی مرضی کے مطابق استعمال کرتا ہے اور کون اس کی ہدایت کو رد کر کے اپنی من مانی کرتا ہے اور اس طرح خدائی کے جھوٹے منصب پر جا بیٹھتا ہے۔

”آیات“ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی علامتوں اور نشانیوں کے ہیں۔ مراد اللہ کی توحید ور بوبیت اور اس کی قدرت و حکمت کی وہ نشانیاں ہیں جو آفاق و انفس میں موجود ہیں۔ نیز یہ لفظ معجزات کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جو انبیاء علیہ السلام کو دیے گئے تھے۔ علاوہ ازیں قرآن کی آیات اور احکامات کے لیے بھی جو دلیل اور حجت کی حیثیت رکھتی ہیں۔

يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَO وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (الاعراف:35،36)

''(اور یہ بات اللہ نے آغازِ تخلیق ہی میں صاف فرمادی تھی کہ) اے بنی آدم ! یادرکھو ، اگرتمہارے پاس خودتم ہی میں سے ایسے رسول آئیں جوتمہیں میری آیات سنارہے ہوں تو جوکوئی نافرمانی سے بچے گا اوراپنے روّیہ کی اصلاح کرلے گا اس کے لیے کسی خوف اوررنج کا موقع نہیں ہے اور جولوگ ہماری آیات کوجھٹلائیں گے اوراُن کے مقابلہ میں سرکشی برتیں گے وہی اہلِ دوزخ ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے''۔

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّىْ هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَاىَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىO وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِىْ فَإِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنكاً وَنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى (طٰہٰ:123،124)

''پس اگر(جب بھی) میری طرف سے تمہارے پاس میری ہدایت آئے توجس نے میری ہدایت کی پیروی کی وہ نہ گمراہ ہوگا اورنہ بدبخت ہوگا۔اورجس نے میرے ذکر(نصیحت) سے منہ موڑا تو بے شک اس کی معیشت (گزران) تنگ ہوگی اورہم اسے اٹھائیں گے،قیامت کے دن اندھا''۔

مَعِيْشَةً ضَنكاً (تنگ زندگی) سے مرادقلب وروح کی وہ تنگی ہے جوگھٹن کا باعث بنتی ہے۔مال ودولت اورسامان عیش کی کتنی ہی فراوانی کیوں نہ ہواللہ کی یاداوراس کی تذکیر(ارشادوہدایات) سے منہ موڑنے کے نتیجہ میں نہ کبھی قلب کوطمانیت حاصل ہوتی ہےاورنہ روح کوسکون میسرا تاہے۔ایسا شخص ہمیشہ ایک نفسیاتی مرض میں مبتلا رہتاہےاوروہ ہی پریشانی اوربے چینی۔ آج جبکہ دنیااس کے پرستاروں پربہت وسیع ہوگئی ہے اکثرلوگوں کا حال یہی ہے کہ بہت کچھ کھانے کمانے کے باوجودانہیں سکون قلب میسرنہیں،اضطراب کی کیفیت انکے چہروں سے ظاہرہورہی ہے۔اورکتنے ہیں جوزندگی سے تنگ آکرموت کو دعوت دیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کوخوشی وانبساط اورسکون وطمانیت کی زندگی اسی صورت میں میسرآتی ہے جبکہ وہ اپنے رب سے بندگی کا تعلق قائم کرکےاسے یادکرتاہےاوراس کی یاددہانی(قرآن) سے فائدہ اٹھاتاہے۔

11 - Are we Accountable or not?

کیاہم مسئول ہیں یاغیرمسئول؟

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى (القیامه:36)

''کیا انسان نے یہ سمجھ رکھاہے کہ وہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا ؟''۔

پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کیاانسان نے اپنے آپ کوشتر بے مہار سمجھ رکھاہے کہ اس کے خالق نے اسے زمین میں غیرذمہ داری بنا کرچھوڑ دیاہو؟ کوئی فرض اس پرعائدنہ ہو؟ کوئی چیزاس کے لیے ممنوع نہ ہو؟اورکوئی وقت ایسا آنے والانہ ہوجس

جب اس سے اس کی اعمال کی باز پرس کی جائے؟ یہی بات ایک دوسرے مقام پر قرآن مجید میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ قیامت کہ روز اللہ تعالیٰ کفار سے فرمائے گا:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (المومنون:115)

''کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں فضول (بے مقصد) ہی پیدا کیا ہے اور (کیا تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ) تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے''؟۔

ان دونوں مقامات پر زندگی بعد موت کے واجب ہونے کی دلیل سوال کی شکل میں پیش کی گئی ہے۔سوال کا مطلب یہ ہے کہ کیا واقعی تم نے اپنے اپ کو جانور سمجھ رکھا ہے؟ کیا تمہیں اپنے اور جانور میں یہ کھلا فرق نظر نہیں اتا کہ وہ بے اختیار ہے اور تم با اختیار، اس کے افعال میں اخلاقی حسن وقبح کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور تمہارے افعال میں یہ سوال لازماً پیدا ہوتا ہے۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (التکاثر:8)

''پھر ضرور اُس روز تم سے اِن نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی کی جائے گی''۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلاً (بنی اسرائیل:36)

''یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کے بارے میں سوال کیا جائے گا''۔

12 - Success and Failure depends upon what?

انسان کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار کس پر ہے؟

يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التغابن:9)

''(اس کا پتہ تمہیں اس روز چل جائے گا) جب اجتماع کے دن وہ تم سب کو اکٹھا کرے گا وہ دن ہوگا ایک دوسرے کے مقابلے میں لوگوں کی ہار جیت کا، جو اللہ پر ایمان لایا ہے اور نیک عمل کرتا ہے، اللہ اس کے گناہ جھاڑ دے گا اور اسے ایسی جنّتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے''۔

غَبَنَ فُلَانٌ (اس نے فلاں شخص کو گھاٹا دے دیا) اس سے جب لفظ تغابن بنایا جائے گا تو اس میں دو یا زائد آدمیوں کے درمیان غبن واقع ہونے کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے۔ یا ایک شخص کا دوسرے کو نقصان پہنچانا اور دوسرے کا اس کے ہاتھوں نقصان اٹھا جانا۔ یا ایک کا حصہ دوسرے کو مل جانا اور اس کا اپنے سے محروم رہ جانا۔ یا تجارت میں ایک فریق کا خسارہ اٹھانا اور دوسرے

فریق کا نفع اٹھالے جانا۔

اب اس بات پرغور کیجئے کہ قیامت کے بارے میں فرمایا گیا ہے''ذالك يوم التغابن ''وہ دن ہوگا تغابن کا ان الفاظ سے خود بخود یہ مفہوم نکلتا ہے کہ دنیا میں تو شب و روز تغابن ہوتا ہی رہتا ہے، لیکن یہ تغابن ظاہری اور نظر فریب ہے، اصل اور حقیقی تغابن نہیں ہے۔ اصل تغابن قیامت کے روز ہوگا۔ وہاں جا کر پتہ چلے گا کہ اصل میں خسارہ کس نے اٹھایا (بقرہ:39) اور کون نفع کما لے گیا (بقرہ:38)۔

اصل میں کس کا حصہ کسے مل گیا اور کون اپنے حصے سے محروم رہ گیا۔ اصل میں دھوکا کس نے کھایا اور کون ہوشیار نکلا۔ اصل میں کس نے اپنا تمام سرمایہ حیات ایک غلط کاروبار میں کھپا کر اپنا دیوالہ نکال دیا، اور کس نے اپنی قوتوں اور قابلیتوں اور مساعی اور اموال اور اوقات کو نفع کے سودے پر لگا کر وہ سارے فائدے لوٹ لیے جو پہلے شخص کو بھی حاصل ہو سکتے تھے اگر وہ دنیا کو سمجھنے میں دھوکا نہ کھاتا۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ O وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ:38-39)

''پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے، تو جو لوگ میری اُس ہدایت کی پیروی کریں گے، اُن کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا۔'' اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے، وہ آگ میں جانے والے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے''۔